

آنکھیں کھولیں۔

زلفوں کے عکس نے سطح آب پر زندگی کی لہر دوڑادی ..... دھارے نے سراٹھایا .....  
گنگنا نہ ہوا "امید" کے قدموں کے پاس آیا اور لعل اُگلنے لگا ....

## طلسم تجمل

چٹکے ہونے تاروں سے ایک روشنی چلی، فضا کو جلاتی ہوئی آئی اور میرے سینے میں جذب ہو گئی ....  
صبح ہوتے ہی وہ روشنی میرے سینے سے باہر آئی، بلند ہوئی اور آفتاب کی کرنوں میں پوست  
ہو گئی .... کرنوں سے چلی اور دریا کی لہروں میں نہانے لگی .... دریا سے باہر آئی باغ میں  
گئی اور نازک نازک کلیوں میں چھپ گئی، کلیاں مسکانے لگیں .....  
کلیوں کو چپکاتی ہوئی پھر میرے نزدیک آئی اور میری روح کو آہستہ سے چھو کر تمام کائنات میں  
پھیل گئی .....

اس تماشے نے ثابت کر دیا کہ مجھ میں اور مظاہر قدرت میں صرف ایک ہی شے ہے جو دورہ کیا  
کرتی ہے۔ میں کائنات میں جذب ہوں اور کائنات مجھ میں۔  
یہ عجیب بات ہے کہ کشتی دریا میں غرق ہے اور دریا کشتی میں ڈوبا ہوا ہے !!

## نوجوان بیوہ اور طویل رات

کہیں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے + مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا  
نصف شب اُتے ہی بیوہ کا ٹوٹا ہوا دل دھڑکنے لگا ..... آنسو آنکھوں میں بھر  
آئے اور برسے لگے۔

جب صداقت باتیں کرنے کے لئے لبوں کو جنبش دیتی ہے، اجماع کے فرشتے اُڑتے ہوئے آتے ہیں اور پروں سے اُس کے سر پر سایہ کر لیتے ہیں۔ اور حبِ منہم ہوتی ہے جنت کے پھول کھل جاتے ہیں۔۔۔

# تفاوت

غیور خاموش، متدین، خوددار، مطمئن اور خوبصورت شاہزادی چہرہ اطمینان کئی کامرز، دل فراغتِ تامہ کا سرمایۂ ناز، پیشانی طمانیت خاطر کا سرچشمہ.....

”جبیں“ کی سادگی پکار پکار کہہ رہی ہے کہ مجھ پر حرص کی شکن کبھی نہیں پڑی، چہرہ کے خط و خال با د از بندہ بیان کر رہے ہیں کہ ہم میں شکلیں مسخ کر دینے والی ”طمع کا منحوس پرتو کبھی نہیں اُترا“

مٹھیاں بند ہیں، گویا مُسکرا مسکرا کر ظاہر کر رہی ہیں کہ ”ان ہاتھوں پر دوست سوال“ کا اطلاق کبھی نہیں ہوا... سامنے کچھ مٹی کے برتن رکھے ہیں..... اور پشت کی طرف جواہرات سے آراستہ سونے کے ظروف.....

”فناعت اپنے ”مٹی“ ہی کے برتنوں میں اس قدر مستغرق ہے کہ سونے کے ظروف مرطکہ بھی نہیں بکھیتی۔

۱۱۱

بجھتی جھنجھٹا لگا تھا۔ ساحل اُداس ہو گیا تھا۔ موجیں بلند ہونے سے مایوس ہو گئی تھیں۔ لہریں لچکس پڑے پڑے سو گئی تھیں۔ کائی نے اپنی چادر اڑھا دی تھی.....“

کہ یکایک لب ساحل ایک عیسیٰ نفس خالقون متبسم چہرہ کے ساتھ آئی اور ٹہلنے لگی.....“

تبسم کی عیار بجلی بنگہ دوڑی، کائی میں آہستہ آہستہ لرزہ پیدا ہوا.....“امید اور قریب آئی، کائی دفعتاً پاش پاش ہو گئی۔ دھارے نے کروٹ بدلی۔ لہریں جاگ اٹھیں۔ دریا کے سینے نے سانس لی۔ عجابوں نے

جنوں کے ارگن کا گرجنا ہو انا لہ۔ زہر ہلاہل کا چھلکتا ہو پایالہ۔

”تکلیف میں جہنم کے ساتویں طبقہ کا“ صدرِ اشدان

راحت میں سر دوس برس کا بہترین چشمہ۔

کتاب فنا کا پہلا ورق۔ دفتر حیات ابدی کا آخری باب

خود داریاں سلب کرنے والا آلہ، نظامِ ہستی بدل دینے والا انقلاب، پہاڑ اُڑا دینے والی بارود، دل دو باغ

کو تلاطم میں لانے والا زلزلہ، فراغت کی مشیتِ خاک کو اُڑا دینے والی آندھی، دنیائے عافیت کی وبا، صحرائے

امن کا رہزن، بحرِ غم کا سفید طوفانی گت۔ محشرِ ستان آرزو کا شاہدِ حقیقی، دنیائے تمنا کا فرمانروا، آسمانوں

پر چڑھانے والا زینہ، قبروں میں اُتار دینے والا عرشہ، استغفار کا حاکم۔ دربارِ حسن کا گدا۔

دل کا غنی، بات کا دھنی، قول کا پورا، دُحس کا پچا، ارادوں کا مضبوط۔ . . . . . روحانی

اثرات کی بہترین تشریح۔ ”حسن کے سوال کا پورا پورا جواب۔ . . . .“

## صدقت

’گلے میں فردوس کے پھولوں کا ہار ڈالے، تنفس سے فضا کو گستاخ کئے ہوئے“ زندہ کلام کی مالک۔

..... ایک حورِ بَیَور کے شفافِ تخت پر سادگی کے ساتھ، نیچرل طریقہ سے، بے جھجک بیٹھی ہے

چہرہ سے دلیری، خاص، اور صفائی ٹپک رہی ہے، عارضِ نورِ باطن سے درخشاں ہیں۔ تخت میں نہ

جواہر جڑے ہیں نہ موتی۔ لباسِ فاخرہ ہے، نہ زریں، سامانِ پُر تکلف ہے، نہ نمائشی۔

ہر شے صاف، اجلی اور سادہ۔ ہر چیز مناسب درست اور دلکش۔

پیشانی شکنوں سے پاک۔ زبان لڑکھاتی آواز میں گفتگو کرنے سے نابلد۔ چہرہ شرمندگی کے اثرات

سے اجنبی۔ لب کالوں میں باتیں کرنے سے نا آشنا۔

## حُسن کا دوسرا رخ

کون کہتا ہے حسن ایک ملائم شے ہے، ایک نازک نپکھڑی ہے؟

کون مدعی ہے کہ حسن دل خوش کن اور مسرت بخش ہے؟

کس کا قول ہے کہ حسن ہر اس تفریح اور تہن تن سرور ہے

یہ دعویٰ غلط !! اور کس قدر غلط !!!

جب میں آراستہ بازارِ دل کی سیر میں مصروف ہوتا ہوں، جب میں شاداب باغوں میں تفریح کرتا ہوں، جب میں ریلیکس ٹینشن پر ٹھہرتا ہوں، جب میں صبح کو دریا کے کنارے کنارے دوڑنا نکل جاتا ہوں..... تو میں بہت بے نشان ہوتا ہوں، میری مہستی مسرت سے لبریز ہوتی ہے، میری آنکھیں صاف ہوا سے روشن ہوتی ہیں اور میں اُس وقت بہت مطمئن ہوتا ہوں..... کہ یکایک اس تفریح و مسرت کا قاتل، اُس لطف و سکون کا دشمن، ایک "خوبصورت" چہرہ نظر آتا ہے.....

جس پر نگاہ پڑتے ہی میرا تمام اطمینان "اضطراب" سے بدل جاتا ہے، میرا منضبط نظام تنفس ٹھنڈی سانسوں میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور میرا ٹھہرا ہوا دل تھوڑا سا ہلکا ہوتا ہے۔ ہوا اس کے رخساروں کو چھوتی ہوئی آتی ہے۔ اور میری روح کو درد سے معمور کر دیتی ہے، اور کوئی شے میری تپیلیوں کو تراشتی ہوئی دل کے اندر اتر جاتی ہے..... کیا اسی کا نام "نرمی و تفریح" ہے؟

## عشق

محبت کے طوفانی سمندر کی سب سے اونچی موج، سوز و گداز کی ناکا سب سے بلند لہر، خارستانِ اضطراب کی شگفتہ کا سب سے بڑا کانٹا، چپالوں کی تپک کا جوہر، سوز و گداز کی رُخ، سوزش و شورش کا سنت۔

## عابد شب زندہ دار

عابد شب زندہ دار نے آدھی رات گزرتے ہی اپنی آنسوؤں سے ہمیشہ آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں  
 ... اور نگاہیں منہائیں چڑھتے ہو گئیں .... شاید بڑی حقیقت کی محفل کے پرے جنبش میں آگے -  
 رات گذرتی رہی ... شب زندہ دار کا دل ہلا گیا ... اور آنکھیں بلندیوں کی طرف جمی رہیں ...  
 صبح کا ذب آگئی ..... تاروں میں لرزہ پیدا ہوا، چاند ڈوبنے لگا .....  
 طالب دیدار کی نظر اب اور گہری ہوئی۔ دور تک پہنچی یہاں تک کہ صبح صادق سنہتی ہوئی آئی .....  
 اور اُس کے آتے ہی جتنے پردے تھے سب کی بار کی اٹھ گئے .....  
 صرف ایک نہایت باریک سائیشی پردہ باقی رہ گیا .....  
 حسنِ حقیقی فنا کو چاک کرتا ہوا آیا اور رونے والے کے آنسوؤں میں تھکنے لگا .....

## ”حسن“ کیا ہے؟

انسانی پیکر میں جلوۂ دوست کی جھلک، فانی پیکھڑی پر سردی نقاشی، تاریک گردہ پر قندیلِ حقیقت  
 کی چھپٹ، صحرائے ہستی کے ریشوں میں روحانی نعمت،  
 پہاڑوں کو بگھٹا دینے والی نورِ روتوں کو تڑپا دینے والا جذبہٴ نور اور کو پانی کر کے بہا دینے والی حرارت  
 سکون کو اضطراب سے بدل دینے والا پرتو -  
 چلتی ہوئی تلوار لپکتا ہوا، کوئلا، بھڑکتا ہوا شعلہ تڑپتی ہوئی بجلی .....

حجرتاریکی میں لیٹے ہوئے خاموش کھڑے ہیں .... گویا کچھ سوچ رہے ہیں ....

اس عالم سکون و خاموشی میں ایک نہایت قبول صورت پاک نفس لڑکی آبادی سے منزلوں دُور بولوں کی گھنیری چھاؤں میں دریا کے کنارے پاؤں لٹکائے خاموش بیٹھی ہے۔ لباس مالتی ہے۔ سر جھکا ہوا ہے۔

رُک رُک کر بہنے والی ندی اُسے درو بھرے راگ سنا رہی ہے، موحیں آہستہ آہستہ آتی ہیں اور اس غریب کے قدم چوم چوم کر اُستی ہوئی گزر جاتی ہیں۔

”محبت“ ہوا کے ہر نرم جھونکے پر آہ سر جھینپتی ہے .... اور چپ ہو جاتی ہے اور کراہتی ہوئی اہر میں اپنے گرم آنسوؤں کے چند قطرے ٹپکا دیتی ہے .... ”یہاں تک کہ ادھی رات آجاتی ہے۔“

آخر کار روتے روتے یہ ناخبرہ کار لڑکی دریا میں کود پڑتی ہے .... ”اور ڈوب کر ایک ایسا سمندر بن جاتی ہے جو قیامت کے بعد بھی خشک نہیں ہو سکتا۔ جس کی ہر لہر ایک آواز اور ہر حُباب ایک کھڑکٹا ہوا دل ہوتا ہے۔“

## جوانی

بادلوں سے لدی ہوئی طوفانی رات میں ایک بدست ملکہ کڑک اور چپک کی باگیں ہاتھ میں لئے بجلی کے خزانوں کا معائنہ کر رہی ہے۔

زلزلے آ کر قدم چومتے ہیں۔ آندھیاں اٹھ اٹھ کر سر چنور کرتی ہیں، چھالوں کی تپک تلووں سے آنکھیں ملتی ہے درد کی چپک استہ دکھاتی ہے، ”خمار آنکھیں بند کئے ساتھ ساتھ ہے۔ مدہوشی جلو میں۔“

دورانِ رفتار میں اگر پہاڑ پر قدم کھتی ہے پہاڑ پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اگر فلاں پاؤں سے مس ہو جاتا ہے تیزاب بو کر اُبلنے لگتا ہے، گو آنکھیں بند ہیں پھر بھی بجلی کی رفتار سے منزلیں طے کر رہی ہے۔

## خوشامد

جھوٹے موتیوں کا ایک نہایت چمکتا ہوا ہار ہے جسے خوشنما الفاظ پیش کرتے ہیں، جو سچا ہار سمجھ کر پہن لیتا ہے اُس کا دم گٹھنے لگتا ہے، عرق انفعال پیشانی سے ٹپک ٹپک کر سر پر ہار باندھتا ہے اور جو نچکال آنسو بچول برساتے ہیں !!

وہ گھبرا کر اُٹھتی ہے۔۔۔ اور چشمِ زدن میں مصیبت زد و تلمک پہنچ کر اپنی زلفیں اُس کے شانوں پر کپکپا کر طرح پریشان کر دیتی ہے کہ وہ ایک عجیب کون جُسنس کرتا ہے اور پاک مارتے ہی میٹھی میند سو جاتا ہے۔

## سازش

ایک ناجائز طور سے حاملہ عورت کچھ روز شستاک، اختلاج میں غرق، حمل پوشیدہ رکھنے کے خط میں یوانی۔۔۔ ہر چند نشانش بننا چاہتی ہے۔ مگر رگ رگ میں اترا ہوا خوفِ پرمردہ ہی رکھتا ہے اور دھڑکتا ہوا دلِ مٹلٹن ہونے نہیں دیتا۔

وہ ایک مطلق خاموشی، ایک کامل سنلٹے کی جویا رہتی ہے۔ اُس کی روح تارِ ایک گوشوں اور پوشیدگیوں سے لبریز خلوتوں کی تشنہ رہتی ہے۔

ہر صدا، خواہ وہ لغتہ شادی ہی کیوں نہ ہو، اُسے اس قدر پریشان کر دیتی ہے جس طرح دیہاتی چوکیداروں کی بھیانک اور گرجتی ہوئی آوازیں ادھی رات کے وقت شیرِ خراب کچل کو، روز روشن اُسے اس طرح ڈراؤنا معلوم ہوتا ہے جیسا بھوتوں کے قائل کو بھری برسات کی سیاہ رات میں ”گھنا جنگل“

رفتہ رفتہ اس کا خوف اس درجہ زرقی کر جاتا ہے کہ ایک شب جبکہ وہ خیالات میں غرق اپنے بستر پر لیٹی ہوئی ہے کہ اُسے دفعتاً ”کھانسی“ آتی ہے، کھانسی آتے ہی اُس کا رنگ تغیر ہو جاتا ہے اور یہ خیال کر کے کہ محلہ میں اُس کی آواز سن لی گئی۔ ایک چیخ مارتی ہے اور یہ ہوش ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔

## محبت

جھپٹا وقت ہے، سالوں کی صورت والی ملکہ (شام) دراز زلفوں کے ساتھ آبنوس کے تخت پر جلوہ افروز ہے۔ دن کا شور بالین سکوت پر سر رکھ چکا ہے، خاموشی کے فرمان جاری ہو چکے ہیں، ہر چیز آرام کا ”تصور“ کر رہی ہے اور ہر شے سے ایک التجائے غنودگی ٹپکتی ہے۔ ”دریا ٹھہر ٹھہر کر بہ رہے ہیں، ہوا آہستہ آہستہ چل رہی ہے جس سے دل میں ایک گداز پیدا ہوتا ہے، مغرب کی طرٹ شفق نے سنہری واہیاں، زریں پہاڑ اور گنگا جمنی دریا بنائے ہیں، شجر و

سنتے ہیں جب کوئی تیری طرف نظر اٹھاتا ہے تو چند قدم بڑھاتا ہے اور جب کوئی تیری جانب چند قدم اٹھاتا ہے تو اگر اُس سے ملجاتا ہے اور اس طرح کہ پھر یہ اتنا زیادتی نہیں رہتا کہ طالب کون ہے اور مطلوب کون !!

## دُعا

ایک محبم سوز و گداز دیوی 'اُدھی رات کی مالک' پچھلے پہر کی فرمانروائو ٹٹے ہوئے دلوں کی روشنی 'تہ و بالا سینوں کے ساتھ بلند یوں کی طرف غور سے دیکھ رہی ہے۔ زلفیں بے ترتیبی کے ساتھ شانوں پر پکھری ہوئی ہیں۔ ایک ہاتھ آسمان کی طرف بلند ہے، دوسرا ایک معصوم بچے کی انگلیوں کو گرفت میں لئے ہوئے ہے۔ . . . .

یہ ایک بچہ اُس کی طرف دیکھتا ہے اور اُسکا نازک دل "دعا" کے سینہ میں جا کر دھڑکنے لگتا ہے۔

دعا آسمانوں کی طرف دیکھ کر ایک ایسی "آہ" بھرتی ہے کہ قدم زمین سے اٹھ جاتے ہیں اور ہم ہوا پر اڑنے لگتے ہیں۔ . . .

آسمان یہ دیکھ کر کانپنے لگتا ہے۔ کانپتے کانپتے ایک جگہ سے شق ہو کر ایک بختی زار اور بچہ ظاہر کرتا ہے۔ جسکے اندر "قضا و قدر" کا مطرب آتقیالی ترانہ بلند کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ . . . .

"دعا" اس دیرپے میں ڈوب جاتی ہے۔ . . . . اور مطرب قضا و قدر کی قوتِ نغمہ و ساز کو اپنی در و بھری آؤں سے کچھ اس طرح گھیر لیتی ہے کہ اُسکے باجوں سے "دعا" ہی کی آواز نکلنے لگتی ہے !! . . . . .

## رحمت

جنت کے ایک مہینے حیرتہ کے قریب پھولوں کے بستر پر ایک نازنین مجبورِ خواب ہے۔ . . . . انواع و اقسام سے لنگا جمنی تار آئے ہیں اور اُس کے سینہ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

یہ تمام انسانوں کے دلوں سے وابستہ ہیں اور ان ناروں کے سلسلے میں ایک عالم کے لوں کا اس سے رشتہ ہے جب مصائب کی شدت سے کسی کا دل دھڑکنے لگتا ہے تو جبر اُس کے دل میں ہے جنش میں آجاتا ہے

تار بہتے ہی رحمت کا سینہ کانپنے لگتا ہے۔ . . . .



گزرنے والے شفات چٹھے میدانوں میں لہہٹا ہوا برسات کا نظر فریب سبزہ روشوں پر کراتے ہوئے نازہ پھول۔  
کوئی مادر زاد اندھا بھی ہو گا جنہیں ان کی خبریوں میں ذرہ برابر کجی نال ہو یہ تمام چیزیں یہ تمام تقدی  
مناظر یہ تمام فطرت کے تحفے حسن کا جو ہر اور خوبصورتی کا ست ہیں۔

لیکن افسوس جس شے کی مجھے تلاش ہے، تشنگی میں اپنے سینہ میں محسوس کر رہا ہوں۔ وہ ان میں نایم  
کو بھی نہیں یہ تمام چیزیں دُش غمور ہیں مگر آئین محبت سے بے خبر رسم و فاسے نا آٹا اور موزن طعنت سے قطعاً بیگانہ۔  
ہم انہیں چاہتے ہیں ان کی جستجو کرتے ہیں۔ انہیں نیست بھری نگاہوں سے پہروں دیکھتے ہیں ہم انکی  
طرت دوڑتے ہیں۔ لیکن یہ اپنے مقامات سے جنبش نہیں کرتے اور ان سے کوئی ایک بات بھی ایسی سرزد نہیں  
ہوتی جس میں ریشا بہ بھی ہو کہ انہیں ہمارا خیال ہے ہم بتایا ہیں یہ بیگانہ۔ ہم بات کرنا چاہتے ہیں یہ خوش۔  
بات یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں اپنی لطافتوں اور بلندیوں میں اس قدر ڈوبی ہوئی ہیں کہ انہیں ہمارے  
وجود کا علم ہی نہیں ہوتا۔

دور کیوں جاؤ خود اپنے سمجھیں انسان کو دیکھو اگر وہ خوبصورت ہے اگر اُس کی پیشانی میں چمک اور  
اُس کے عارض میں ندرت ہے تو وہ کبھی بخندہ پیشانی ہم سے پیش نہ آئے گا یہ ہزاروں مرتبہ کے تجربہ کی بات  
ہے کہ مرد مہر سے بہتر رخسار رکھنے والا آنکھوں میں مروت نہیں رکھتا۔

بات یہ ہے کہ حسن معمولی سطح سے بہت بلند ہے، وہ اعلیٰ ہے اور ہم تن نور ہے ہم سے کہ پست تاریک  
ہیں ملتفت ہونہیں سکتا اس کے علاوہ حسن کو ہماری ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ جس شے کی ضرورت نہیں ہوتی  
اُس سے محبت کیسی! مگر اے سردی جلوے! اے حسن کے صانع! اے وہ کہ تیرا ایک دھندلا سا عکس شمس و قمر  
کی پیشانیاں روشن کتے ہوئے ہے۔ آخر تو کیوں بیگانہ و سرد مہر نہیں؟

جب یہ ایک امر مسلم ہے کہ حسن کی فطرت میں ظلم و جفا ہے تو تیری فات جو سب سے زیادہ حسین و لطیف  
ہے اس قانون سے کس طرح مستثنیٰ ہوگی! تجھے تو سب سے زیادہ جفا شمار ہونا چاہئے تھا۔

دفعتاً میری آنکھوں کو ایک ٹنک اور ملائم شے مس کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور خود بخود میری آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آنکھیں کھلتے ہی کیا دیکھتا ہوں؟ اس کی شرح ممکن نہیں۔ الفاظ ظاہر نہیں کر سکتے۔ اور قوتِ ملاحظہ متحمل نہیں ہو سکتی۔

کیا دیکھتا ہوں کہ میرا دوست جس کی یاد میں میں نے طویل راتیں آنکھوں میں کائی تھیں، دوڑتی ہوئی بجلیوں کی محراب کے اندر بیٹھا ہوا ہنس رہا ہے، اور اُس کی بلند پیشانی سے ایک ایسی خوش رنگ صبحِ طالع ہو رہی ہے جس کا آفتاب کبھی نہیں ڈوبتا!!!

## صبحِ پیری

تاریک رات کی پیشانی پر آفتابِ تقدس کی نرم نرم شعاعیں چمکنا شروع ہوئیں.....  
آفتابِ ندریجا بلند ہوتا گیا..... روشنی رفتہ رفتہ تیز ہوتی رہی..... اور سیاہی کا گہرا رنگ  
آہستہ آہستہ ہلکا پڑتا گیا۔

اسی طرح ایک ایک کر کے رات کی تمام ساعین خاموشی کے ساتھ روشن ہوتی رہیں.....  
آخر کار آفتاب پوری بلندی پر آگیا، دیکھتے ہی دیکھتے سیاہی کا گہرا جگمگا اٹھا، ”برکتیں بیدار  
ہو گئیں“ اور ہر طرف ایک نور سا پھیل کر دکھایا۔!!!

## میرے مالک مجھے حیرت ہے کہ تو ”سرد مہر“ کیوں نہیں؟

مشرق سے طلوع کرنے والا سنہرا آفتاب چڑھو جس کا ہنستا ہوا جوان چاند گردوں پہ چمکتے ہوئے تارے  
آسمان پر دغریب سڑک بننے والی کھلشیں اونچے پہاڑوں کی بڑ سے ڈھکی ہوئی سفید چوٹیاں، چٹانوں سے

## ”حیات و ممات“

گھنا جنگل ہے۔ رات تیرہ دن اور بھیانک ہے بموسلا دھار بارش سے زمین شق ہوئی جاتی ہے۔

میں دریا کے کنارے اُس دریا کے کنارے جسکی موجیں چوٹ کھائے ہوئے آرد بے کی طرح بل کھا رہی ہیں خاموش اپنے جھونپڑے میں بیٹیا ہوں۔ میرا جھونپڑا لپ ساحل قلب صحرا میں واقع ہے۔ . . . .

موجیں شور کرتی ہوئی میرے مسکن تک آگئی ہیں۔

پتے پتے پر خون، ذرے ذرے پر دہشت کا مکہ ہے۔

بادل گرج رہے ہیں۔ اور اس طرح کہ معلوم ہوتا ہے آسمان چورچور ہو کر زمین پر آ رہیگا۔ ہوائیں تند و تیز ہیں۔ بڑے بڑے تناور درخت زمین پر پکھے جاتے ہیں۔

دور دور تک کوئی آبادی نہیں اور وہ ہر سامان جو ایک کمزور فطرت انسان کو خوفزدہ بنا سکتا ہے سب ایک دم سے جمع ہو گیا ہے۔

بوچھاڑا نذر تک آ رہی ہے میں سمٹا ہوا ایک گوشے میں بیٹھا ہوں، خیالات میں غرق، مبہوت اور ساکت میں اپنے دل میں ایک کیفیت پاتا ہوں جیسے کوئی مجھ سے اپنا وعدہ ایفا کرنے والا ہے۔

عین اسی عالم میں بغیر ”گرج“ کے ایک انتہائی شفاف بجلی چمکتی ہے۔ اور میرے تار ایک گوشہ خوف و استغراق میں در آتی ہے۔

میری آنکھیں معاند ہو جاتی ہیں۔ اُسی تیزی سے جس طرح بجلی چمکتی تھی میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ . . . اور رگ رگ میں خطرناکی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ . . . مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا میری آنکھوں کا نور جل رہا ہے۔ اور ایک متعش پرتو میری آنکھوں کے بالائی حصہ کو چھو رہا ہے۔ میں دل کڑا کر کے چاہتا ہوں کہ آنکھیں کھولوں بہت نہیں پڑتی۔ پھر کوشش کرتا ہوں۔ مگر بے سود قطعی ارادہ کرتا ہوں، مگر ناکام۔ . . . .

# طلوعِ سحر

رات کی سیاہ دیوار ٹوڑ کر صبح "سنہرا کنگن پہنے" برستے ہوئے نور کے ساتھ طلوع ہوئی..... یا ایک خندہ پیشانی شریکوں اور صبح دو شیزہ سر پر موتیوں کی لڑی ڈالے، گلے میں زکین پہلی پہنے، اور کمر میں ستاروں کی پٹی لگانے دفعتاً پردہ سے جھانک کر مسکرانے لگی۔

شب کا گہرا سکوت اور منجمد خاموشی "نعموں اور تحلیلوں میں بہ نیکلے..... آسمان کے دھندلے ورق پر نہری سطریں کھینچ گہیں "بینار" اور "کلس" جگمگا اٹھے چٹیل میدان جھلکنے لگے۔ آبشار کنگن نے لگے نسیم سحر کے جھونکے سوز و گداز کے نغمے گانے لگے۔ سبزہ پرست کی لہر دوڑی۔ کلیوں نے ساز چھیڑا۔ طیور نے بیداری کا راگ شروع کیا ہر صدالمن میں ڈوب گئی۔ ہر بلندی سجدے کرنے لگی۔ ہر کانٹے میں لپکنے کی صلاحیت آگئی.....

اس گلابی روشنی اس حبتِ رنگ و نور میں فروسی مطرب یعنی "حوریں" تاروں کی چھاؤں میں لپٹی ہوئی، موتیوں کے ہار پہنے باو صبا کے دوش پر ساز چھیڑتی ہوئی زمین پر اتریں..... اور شبنم کے قطروں کی طرح، ملائم طلق سے، پاؤں کھتی ہوئی سونے والوں کے سر ہانے آئیں، اور خوابیدہ آنکھوں کو اپنے تبسم کی ضیاء سے چھو لیا..... جو بشت بشت جاگ اٹھا حوروں نے اُسے حلقہ میں لے لیا، اُس کی حور چند قدم آگے بڑھی اور اپنا ہار اُس کے گلے میں ڈال کر ایک عجیب و غریب نظر سے دیکھنے لگی۔ جاگتے والے پر حور کے رخسار کی چھوٹ پڑی اور اُس کی پیشانی "ستارہ صبح" کو شرمانے لگی..... جو سیاہ بخت بیدار نہوا۔ اُس کے سر ہانے ساز خاموش کر دئے گئے۔ حوروں نے اُس کی ادا اس بالیں پر فوج کیا اور موتیوں کا ہار جو وہ اُس کے لئے لائی تھیں۔ اُسے اس حسرت سے دیکھا کہ ہر موتی "آنسو" ہو گیا!!

لیکن افسوس ہم انسان ان جانوروں سے بھی پست ہیں۔ ہندو مسلمان اور انگریز ایک مدت سے ہندوستان میں رہتے چلے آتے ہیں اور پھر بھی الگ الگ ہیں! کاش ہم کچھ لوے اور ہرن ہی ہوتے۔

## بیش بہاموتی

خوشی کے پھول کو زیادہ پیار نہ کرو نہ دب کر اُس کی نیکوٹریوں سے غم کا عرق ٹپک پڑیگا....

(۲)

مہ رخوں کی سخت مزاجی اور حسینوں کی سخت ملی نے یہ بات بُھڑ پر واضح کر دی کہ ”حسن“ کے نقش و نگار ہمیشہ پتھر ہی پر کھوٹے جاتے ہیں....

(۳)

ایک چیز میں مستقل رہ، اور ایک میں بالکل غیر مستقل .....  
 ”دوستی“ میں مستقل رہ۔ اور ”دشمنی“ میں بالکل غیر مستقل .....

(۴)

جب میں پرانے زمانہ کا موجودہ زمانہ سے موازنہ کرتا ہوں تو مجھے یہ ماننا پڑتا ہے کہ اُس دور کے شدید کافر بھی اس وقت کے بہترین مومنوں سے بہتر تھے۔

(۵)

کاش یہ بات آسانی سے سمجھیں آسکتی کہ موت سے زیادہ شہریں کوئی چیز نہیں!!

اُس کے سینے سے ایک گونجتی ہوئی آواز نکل رہی ہے جو اتنی بلند ہے کہ راستے سے گزرنے والے تک سُن سکتے تھے۔ یہ دیکھتے ہی کسی قوت نے میرے دل کے اندر رک خست لہجہ میں کہا، غور کر، نادان غور کر، یہ شخص اپنے کو چوڑچوڑ کئے ڈالتا ہے عزت اس لئے کہ لوہے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اُس کی مضنی کے مطابق ایک خاص شکل اختیار کر لے..... اور تو یہ چاہتا ہے کہ بغیر جانفشانی و محنت "نفس" سی زبردست چیز پر قبضہ پالے جس کی سختی کے آگے لوہا ریشم سے زیادہ نرم ہے۔

(۳)

میں ایک بالاخانے پر چڑھا، ہر طرف سیر کی اور میں نے دیکھا کہ اگر کوئی پھاندنے کی کوشش کرے تو ہر جگہ سے پھاند سکتا ہے، کوئی چیز اُسے روک نہیں سکتی۔ لیکن اگر کوئی اوپر آنا چاہے تو زمین کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ اُس وقت یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ دنیا میں گرنے کے تو ہزاروں راستے ہیں لیکن چڑھنے کا صرف ایک ہی ہے.....

(۴)

میں ایک بلند مینا پر گیا۔ شہر کی طرف دیکھا تو مکانات ایسے معلوم ہوئے گویا صدمہ بلند و سبت قبریں ہیں..... اُس وقت میرے دل نے مجھ سے کہا اے جوش اگر تو روحانیت کی بلندی حاصل کر لے تو صرف یہی نہیں کہ آبادیاں تجھے مقبرے معلوم ہوں گی بلکہ دنیا کی ان چلتی پھرتی صورتوں میں تجھے لاکھوں ایسے نظرائیں گے کہ سانس تو لے رہے ہیں مگر ہیں مردہ۔

(۵)

میں نے کلکتہ کے زندہ عجائب خانہ میں دیکھا کہ ہرن اور کھچو ادونوں ایک ہی ذہن میں کھارہے ہیں میرے پاس میرے ایک دست کھڑے تھے میں نے اُن سے کہا "دیکھئے ابدت تک کجا رہنا بھی ایک عجیب طبعی شے ہے جس نے ایسے دو جانوروں میں اتحاد پیدا کر دیا جن میں کوئی مناسبت ہی نہیں۔

## عجیب شراب

میری آنکھیں تیزی ملی آنکھوں سے اور میرے لب تیرے سُرخ لبوں سے شراب پیتے ہیں ۔  
ایسی لطیف کہ نظر نہیں آسکتی اور ایسی عجیب کہ اُس کا نشہ عقل میں جان ڈال دیتا ہے !

## پانچ قسمیں

قسم اُس پھول کی جو طلوع کے وقت سُکرا رہا ہو کہ یہ دنیا رونے کا مقام ہے ۔  
قسم اُس صبح کی جو تجلیوں کی سلطنت ہے کہ یہ دنیا تاریکی کا مرکز ہے ۔  
قسم اُس خواب نوشی کی جو طبیبِ فطرت ہے کہ یہ دنیا سکون و صحت کا محل نہیں  
قسم اُس شرم کی جو کسمن و دلہا کے خماروں سے ٹپکتی ہے کہ یہ دنیا سخت ہسیا اور بے غیرت ہے ۔  
قسم اُس شیرینی کی جو عروس کے چہرہ پر اترتی ہے کہ یہ دنیا بے حد تلخ و ترش ہے ۔

## چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے سبق

(۱)

میں نے ایک سنگ تراش کو دیکھا کہ پتھر پر اپنا نام کندہ کر رہا تھا چہرہ اُس کا پرمردہ اور اعضا اُس  
کے تھکے ہوئے تھے ۔

یہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ ایک پتھر پر نام کو دنا تو اس قدر مصیبت تو نصفِ ہستی پر نام چھوڑنا کقدرِ شوار ہوگا !

(۲)

میں نے ایک لوہار کو دیکھا وہ انگارے کی طرح دھکتے ہوئے سُرخ لوہے کے ایک ٹکڑے پر اپنے آہنی  
انداز سے اس طرح مسلسل ضربیں لگا رہا ہے کہ چنگاریاں دور دور تک اڑ رہی ہیں اور پسینہ اُس کے جسم سے پس رہا ہے ۔

# اس تصویر کے دونوں رخ اچھے ہیں

تیرا میری طرف مسکرا کر دیکھ لینا میرے واسطے موت سے بھی زیادہ شیریں ہے۔

لیکن تیرا زرش رو ہو کر نگاہ اٹھانا بھی لطف سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس ادا میں ایک نہایت باریک سا کانٹا ہوتا ہے جس کا چبھ جانا دل کی زندگی ہے۔

## راز

میری آنکھ کے آخری پردہ میں تیرا تبسم چھپا ہوا ہے اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب کبھی میری آنکھ سے کسی کے سامنے آنسو ٹکل پڑتا ہے تو تیرے تبسم کے نقوش دھندلے ہونے لگتے ہیں۔ . . . . اور جب میں خلوت میں آنسو بہاتا ہوں تو اُن نقوش تبسم میں جلا آنے لگتی ہے۔ شاید تو وہ راز ہے جسے افشا ہونے سے بہت ہی شرم آتی ہے!!

## اب در کوزہٴ دمن گریہ جہاں مسکیر دم

میں کسی پر جان دیتا ہوں۔ معلوم نہیں کس پر؟  
مجھے ایک چمک نظر آتی ہے معلوم نہیں کس کی؟  
میں تلاش کرتا ہوں۔ . . . . تپہ نہیں چلتا۔

ہرن اپنی ناف میں خوشبو لئے ہوئے ہے۔ . . . . اور سر اسیم ہے کہ یہ خوشبو کہہ رہے آتی ہے؟  
وہ دیوانہ وار میدانوں میں دوڑتا پھرتا ہے اور اُسے سراغ نہیں ملتا!!



## عقلیں سلب نہ کھیں بند

ہر بات میں ڈگری طلب کی جاتی ہے اور ہر صیغہ میں سائر فیکٹ پر چھا جاتا ہے۔  
میں دیکھتا ہوں کہ کچھ روز میں حسن کے متعلق بھی سند حاصل کرنا ہوگی۔ کوئی ہستی خواہ وہ کتنی  
ای نظر فریب کیوں نہ ہو اس پر حسن کا اطلاق نہ ہوگا۔ جیت تک ڈگری نہ دکھائی جائیگی اور لطف تو  
یہ ہوگا کہ باوجود حسن و جمال اس وقت تک کسی کو اس کی صورت اچھی ہی نہ معلوم ہوگی۔

## بدترین اذیت

اس غم سے بڑھ کر بھی دل پر کوئی ضرب نہیں لگ سکتی کہ جب ہم سر جھکائے عاشقانہ اشعار لکھ  
رہے ہوں ہمیں کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہو۔ . . . . ہمارا دل خوشی سے اُچھلنے لگے کہ شاید  
ہمارا دوست آگیا۔ . . . . اور ہم سے اپنی جفاؤں کی معافی چاہے گا۔ . . . . ہم ہمہ تن اشتیاق بن کر  
مسکراتے ہوئے انکھیں اٹھائیں۔ . . . . اور سامنے سیاہ فام رقیب کھڑا ہو!!

## کیا ہی اچھا ہوتا

میں خوش ہوں کہ تو نے دور و دراز ملکوں کی سیر کی ہے اور کرۂ ارض کے بڑے بڑے مقامات  
میری نظر سے گزر چکے ہیں پس سے تیرا تجربہ بہت وسیع ہو گیا ہے اور بیشک تو ایک قابلِ سیاح ہے۔  
لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر تو کسی وقت اپنے گرد و پیش سے خاک کا ایک ذرہ اٹھا لیتا اور تھوڑی  
یر اس پر غور کرتا اور سیاح و عارف دونوں ہو جاتا!!

## دنیا میں جنگ کا باعث میں ہوں

دُنیا کے موزوں اور سیاست دانوں نے اس جنگ کے متعلق جو ابھی جرمن نے چھپڑی تھی بڑی بڑی عقل آرائیاں کی ہیں، لیکن کسی کو اصلیت کی خبر ہی نہیں۔  
 شام کا وقت تھا میں اپنے پائیں باغ میں سیر کر رہا تھا اور بہت بٹاش تھا۔ میں نے جھک کر ایک پھول توڑا۔ میں نے خیال کیا کہ میرے ان پھولوں کی خوشبو دور دور تک جاتی ہوگی اور اس سے میرے مہسائے بھی لطف اٹھاتے ہونگے۔ کوئی صورت ایسی نکلے کہ یہ تمام قرب و جوار کے مکانات مجھے مل جائیں تاکہ میرا پائیں باغ وسیع ہو جائے اور کوئی مہسایہ بھی نہ رہے جو محفت میں میرے باغ کے پھولوں سے لطف اٹھا سکے۔

میں نے اس سندر پر کئی ماہ صرف کئے اور آخر کار ایک ایسی تدبیر نکالی کہ تمام مہسایوں کے مکانات میرے قبضہ میں آگئے اور میرا وسیع پائیں باغ بن گئے۔  
 میرے احباب نے میری اس کامیابی کو دیکھا۔ اُن کے دلوں میں بھی تحریص پیدا ہوئی کہ وہ بھی کوئی صورت ایسی نکالیں کہ دوسروں کی املاک اُن کے قبضہ میں آجائے۔  
 اسی طرح دنیا میں غصب کا شوق پیدا ہو گیا اور ہر شخص اس فکر میں رہنے لگا کہ دوسروں کے مال و متاع پر قبضہ حاصل کرے۔ رفتہ رفتہ دنیا کی ہوا مسموم ہو گئی۔ اور جب اس کی ایک لہر شاہِ جرمن کے دماغ سے ٹکرائی تو اس نے چاہا وہ اپنا ملک وسیع کرے اور دوسرے بادشاہ کو شکست دے۔ یہ خیال آتے ہی دنیا میں آگ لگ گئی اور مہیب جنگ کا طوفان برپا ہو گیا۔

بہا چکا تھا۔

میں نے لاکھوں مرتبہ آنسو دیکھے تھے.....

لیکن اُس شام کو میری حیرت کی کوئی حد نہ تھی جبکہ میں ایک پہاڑی پر غروب کا مناسہ دیکھ رہا تھا... میں نے ایک اسی برس کے بڑے لکڑیہ کو دیکھا کہ لکڑیوں کا ایک بہت بڑا بوجھ سر پر لا دے آ رہا ہے۔ اس کا تمام جسم وزن سے کانپ رہا ہے اور اُس کی گردن کی سب رگیں ابھری ہوئی ہیں۔

میں یہ دیکھ کر پتھر اڑھو گیا۔ فوراً بلندی سے اُترا اور اُس کا بوجھ اپنے سر پر لے لیا..... غریب بڈھا ڈر گیا، اُس کی سانس چڑھ رہی تھی اور وہ مجھے اپنی دھندلی آنکھوں سے دیکھنے لگا... اُسکی اس حالت پر میرا دل پس گیا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ اُس شام کو میرے آنسو ایسے روشن تھے کہ اس سے قبل ایسے کبھی نہ تھے۔ معلوم ہوتا تھا ستارے چمک رہے ہیں۔ ایسی روشنی تھی کہ میری نظر خیرہ ہوئی جاتی تھی اور میری زندگی گریہ و زاری میں پہلا موقع تھا کہ میں نے ایسے درخشاں آنسو دیکھے۔“

## گرانی کا سبب

ایک روز میرے چند احباب موجودہ گرانی کے اسباب پر رائے زنی کر رہے تھے اور ہر شخص اپنی عقل و معلومات کے اندازہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں چپ بیٹھا اُن کی باتیں سن رہا تھا.... انہوں نے مجھے اپنے مباحث میں یکہکر شریک نہیں کیا کہ ”یہ تو شاعر ہے اسے ان امور سے کیا واسطہ؟“ میں نیکر مسکرا دیا۔ انہوں نے کہا ”کیا جناب کے اس تنہم سے یہ سمجھا جائے کہ آپ بھی کچھ سمجھتے ہیں؟“ میں نے جواب دیا ”ہاں میں سمجھتا ہوں اور تم سب سے بہتر سمجھتا ہوں“ میں نے کہا ”سنو! اسی بات ہے“

”پچھیزیں گراں کیوں ہیں؟“

اس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے خدا کو ملہا کر دیا ہے!“

## کیا تو مجھے کچھ دینا چاہتا ہے؟

اے میرے مہربان بادشاہ! کیا تو مجھے کچھ دینا چاہتا ہے؟  
تو نے اپنی جیب سے اشرفیاں نکالی ہیں اور میرے پاؤں کے نیچے جو رنگین پتھر بے ہوتے ہیں وہ تیری  
اشرفیوں کے رنگ پر سنستے ہیں اور اُن کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔

میری انگیٹھی کا ایک انگارہ تیری تمام اشرفیوں کو خرید سکتا ہے  
میں جانتا ہوں کہ تو ایک لبریز خزانے کا مالک ہے اور زمین کا ایک بہت بڑا حصہ اپنے اقتدار میں رکھتا ہے  
لیکن اے بادشاہ پھر بھی تو میرے سامنے محتاج و تہیدست ہے۔

آسمان میرا خزانہ ہے جس میں چاند سورج اور تارے ہیں۔ کرہ ہوا میری سلطنت ہے جس میں صحت  
اور خوشبو ہے۔ پھول میری سلطنت کے سکتے ہیں، جنگی نیچھڑیاں نرم اور معطر ہیں۔ دنیا کی تمام تری اور خشکی میرا  
قبضہ ہے اور تمام نظام قدرت پر میری حکومت ہے  
تو عجیب گدا ہے کہ ایک شاہنشاہ کو کچھ دینا چاہتا ہے۔

”تاہم میں تیری سمیت کی قدر کرتا ہوں۔۔۔۔۔ جا اور اپنے گھر خوش رہ۔ اگر تجھے کبھی ایسی سلطنت کی  
خواہش ہو تو مجھے حاصل ہے، میرے پاس آنا میں تجھے ایسا ہی بنا دوں گا اور پھر بھی میری سلطنت میں کچھ  
ضعف نہیں آسکتا۔ لیکن تو مجھے اتنا بھی نہیں بنا سکتا جتنا تو خود ہے۔۔۔۔۔“

## وہ آنسو بے بہا ہیں جو دوسروں کی مصیبت پر نکلیں

کیا میں نے کبھی آنسو دیکھے نہیں تھے؟ کیا میں کبھی رونا نہیں تھا؟  
برسوں میں اپنی محرومیوں اور ناکامیوں پر روج چکا تھا۔ مدتوں میں فراق و غم کی طویل راتوں میں آنسو

تو میرے سر ہانے زلفیں کھولے سکرا رہا ہے، فرشتے تیرے سر پر اڑ رہے ہیں اور میری پیشانی پر تیری زلفوں کا عکس دیکھ کر وجد کر رہے ہیں اور آپس میں کہہ رہے ہیں ”دیکھو! برسنے والے بادلوں کا سایہ دشت کے تشنہ فروں پر پڑ رہا ہے!!“

## شاید وہ آجائے

دسمبر کی اُدھی رات ہے۔ سردی اس شدت سے ہے کہ مکانات میں انگلیٹھیاں دھک رہی ہیں، لوگ کبیلوں میں پلٹے سو رہے ہیں، کدوؤں کے دروازے بند ہیں، راستے سسنان اور ٹرکیں دیران پڑی ہوئی ہیں۔ چوکیدار بڑے بڑے لبادے پہنے سڑکوں کے کنارے اوتنگھ رہے ہیں۔ اور کسی آنے والے کی امید نہیں..... لیکن میرے مکان کا دروازہ بند نہ کرو، شاید وہ آجائے!

مئی کی دوپہر ہے، درے چنگاریوں کی طرح دھک رہے ہیں، کوئل رہی ہے، چرواہا درخت کے سایہ میں پڑا سو رہا ہے، چوپائے تالابوں اور جھیلوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، ایک پرندہ بھی آسمان پر نظر نہیں آتا۔ دن نے سناٹے کو رات سے قرض لے لیا ہے اور سامنے کی سڑک پر کوئی راہرو نہیں ہے..... لیکن میرے مکان کا دروازہ بند نہ کرو، شاید وہ آجائے!

جولائی کی رات ہے، بھری برسات کا زمانہ ہے، پانی شام سے برس رہا ہے، کانات میں ایک شور برپا ہے بازاروں اور باغوں میں ایک شخص بھی نظر نہیں آتا۔ بجلی خوفناک طریقہ سے چمک رہی ہے، سیاہی دنیا کی رگ رگ میں رایت کئے ہوئے لوگ گھبرا گھبرا کر آسمان کی طرف نگاہیں اٹھاتے ہیں۔ لیکن کچھ نظر نہیں آتا۔ پرناے چل رہے ہیں، نالے زور شد سے بہ رہے ہیں، ٹین کے سامبان قیامت برپا کتے ہوئے ہیں۔ کوئی گھر سے نکلنے کی ہمت نہیں کر سکتا.....

لیکن میرے مکان کا دروازہ بند نہ کرو، شاید وہ آجائے!!

## اُمیدِ موموم

خوشی کا جس قدر حصہ میرے تقدیر میں تھا، میں عرف کر چکا۔

اب دنیا میرے واسطے محض ایک کرۂ خشک ہے جس کے ہر ذرہ میں نا اُمیدی بھری ہوئی ہے۔  
البتہ ایک نہایت خفیف سی اُمید باقی ہے کہ شاید اُسے میری حالت پر ترس آجائے اور وہ ایک مرتبہ پھر  
میرے دروازے کے سامنے سے گزر جائے اور میں اُسے دیکھ لوں.....  
لیکن یہ میری کمزور اُمید جس کے پہلو بالیسیوں سے دبے ہوتے ہیں ایسی دھندلی سی ہے جس طرح  
ایک بہت زبردست اور تاریک گولے کے اندر خاک کا چھوٹا سا ذرہ چمکے اور گم ہو جائے

## گفتگوئے خواب

اے میرے خواب کی روشنی! اے میری غنیمت کے آسمان پر چمکنے والے ماہِ نوا! اے میرے ملکِ تصور کے مستقل  
باشندے! کاش میں اس خواب کو گرفتار کر سکتا۔ اپنے زخاں دیکھ، ان پر اُس لپکتے ہوئے شعلے کا عکس پڑ رہا ہے  
جو میرے دل سے ہر وقت اٹھا کرتا ہے۔

کاش تیرے یہ چمکتے ہوئے شیریں لبسیرے غم کی تلخی سے واقف ہوتے!  
میری محبت تجھے ایک زمانہ سے ڈھونڈ رہی ہے ایک ملک سے دوسرے ملک میں۔ لیکن تیرا  
سُراغ نہیں ملتا۔ کیا تو عالمِ بیداری سے بیزار ہے؟

میں چاہتا ہوں تیرے ساتھ ساتھ نہ ہوں جس طرح سایہ روشنی کے قدم چومتا ہوا چلتا ہے۔  
میں تجھے اپنے گوشہ دل میں رکھنا چاہتا ہوں جس طرح کھپتی رات کی ہوا میں شبنم ہوتی ہے۔  
میں چاہتا ہوں کہ اٹھ کر تیرے درہن کا سراچہ لوں مگر آہِ تنہا نہیں کر سکتا۔

کر سکیں۔

اس اذیت و سنگسٹ نے میری حالت زار کر دی میرے اعضا میں شدتِ تشنج ہونے لگا..... اور میرے دل سے بیانتہ ایک آہ نکلی.....

دل سے آہ نکلتا تھا کہ میرے دوست کا بلوریں ہاتھ کا پناہ اُس کی شمع جھلملانے لگی..... خوشبو کم ہو چلی..... اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ میری نگاہوں سے ناپید ہو گیا!

## اُس نے مجھ سے معافی چاہی اور میں نے اُسے ظالم سمجھا

شام کا وقت تھا چڑیاں سیرے لے رہی تھیں آسمان پر سیاہ بادل گہرے چلے آ رہے تھے۔ لڑکیاں پانی سے بہرے ہوئے ٹرٹ سروں پر رکھے جلد تلہ اپنے گنروں کی عزت جا رہی تھیں مدوئے زمین پر زار کی چھا رہی تھی میں ایک باغ کے گوشے میں اپنے حبیب کا تصور کئے پڑا تھا۔ میری آنکھیں بند تھیں تنفس میں بے ترتیبی تھی اور پیرِ رُخ سُرخ یاریں آوارہ پھر رہی تھیں، نازک نازک شاخیں مجھ پر چمکی ہوئی تھیں اور گھانٹاں میرے جسم کو چھپائے ہوئے تھیں..... کہ یا ایک سیڑھی پہلو میں کسی نازک پاؤں کی ٹھوکر لگی..... اُس ٹھوکر میں وہ لذت تھی کہ مجھے نیند آنے لگی..... اور میں نے ایسا محسوس کیا گویا میرے دھڑکتے ہوئے دل پر کسی سلی نینے والے نے ہاتھ رکھ دیا۔

میں انتہائی سکون کے باعث قریب تھا کہ سو جاتا کہ ایک برستی اور لورچ میں ڈوبی ہوئی باریک سی آواز "معاف کیجئے" میرے گوش زد ہوئی۔

میں نے گہرا کر آنکھیں کھول دیں... کیا دیکھتا ہوں کہ میں جس کی یاد میں خراب و تباہ سبزہ پر پڑا ہوا تھا۔

وہ پہلو میں شرمندہ کھڑا ہے اور مجھ سے اپنے سہو کی معافی چاہتا ہے۔

میں نے اپنی آنکھیں حیرت سے اٹھائیں تحیر کی شکنیں میری پیشانی پر تھیں میں نے غمگین لہجہ میں آہستہ سے کہا جو لو نیک سوتے ہیں اگر کبھی سہوا اُن کے کسی کو صدمہ پہنچ جاتا ہے تو معذرت کرتے ہیں لیکن تو کیسا ظالم ہے کہ مجھے رات پہنچا کہ معافی چاہتا ہے

# برامہر دل کا یہ کم نخت آہ کر سبھا قرب تھا کہ وہ کچھ مجھ سے گفتگو کرتے

جاڑوں کا زمانہ تھا۔ اُدھی رات آچکی تھی۔ راستے خاموش اور گلیاں ویران پڑی ہوئی تھیں۔ زمین سے آسمان تک سناٹا اور ستاروں کی بزم میں سردی ساز پر قص ہو رہا تھا۔ کہ یکایک میرے دروازہ پر کچھ روشنی پڑی۔ ایسی روشنی کہ میرا کرہ جگمگا اٹھا۔ . . . اور روشنی ہونے ہی دفعتاً میرا دوست میرے غمکدہ میں ڈر آیا۔

دروازہ بند رہا۔ دیوار شمع نہیں ہوئی۔ چھت میں شگاف نہیں پڑا۔ لیکن وہ کمرے کے اندر آگیا۔ . . . اُس کا جسم شمعوں سے لپٹا ہوا تھا۔ . . . خوشبو اُس کے تنفس سے اڑ رہی تھی اور . . . . . اور شمع اُس کے ہاتھ میں تھی۔ شمع کی روشنی اُس کے خماروں پر پڑ رہی تھی۔

میں فوراً دوزانو ہو کر اُس کے روبرو بیٹھ گیا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا اور اُنکھیں حُسن کی پرستش میں مصروف تھیں۔ اُس کی شمع بجھل رہی تھی اور میری رگ رگ میں دبائش تھی کہ سارا جسم بھنکا جاتا تھا۔ میرے دوست نے مسکرا کر میری طرت دیکھا۔ اُس کی پیشانی میں مہربانی چمک رہی تھی اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ وہ کچھ کہا جاتا ہے۔

یہ دیکھتے ہی میرے سینے میں کچھ ایسے لطیف اور مشتعل جذبات پیدا ہوئے۔ کہ میں بڑپنے لگا۔ لوٹنے لگا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی میرا گلا گھونٹے دیتا ہے۔ . . .

اس لئے کہ جذبات جو میرے دل میں پیدا ہوئے تھے میں چاہتا تھا کہ اُنہیں اپنے مہربان دوست سے حُرف بحُرف بیان کروں لیکن میں مجبور اور محنت مجبور تھا کیونکہ اس قسم کے جذبات کے واسطے دنیا کے تمام لغات گونگے میں اور روئے زمین کی کسی زبان میں ایسے الفاظ موجود ہی نہیں ہیں جو ان امور کو ظاہر



# ایوانِ شاہی میں

## چند سوالات

اے میرے مہربان بادشاہ! کیا ان سونے کے گلاسوں میں بھرا ہوا شربت اُس شفاف و شیریں پانی سے بہتر ہے جو انبشاروں میں گنگنا تا ہے اور جس کی تڑپیں موتی مسکراتے ہیں؟  
کیا یہ خوب صورت طلائی مسہری اُس ملائم اور نازک بستری سے بہتر ہے جسے خود رُوسبزہ بچھاتا

ہے۔؟

کیا یہ مہکتا ہوا کمرہ ہوا کے کمرے سے بہتر ہے جہاں خوشبوؤں کی شاہزادی پرکھولے ہوئے اڑتی ہے؟  
کیا تیرے ایوان کے زریں نقش و نگار اُن رنگین دھاریوں سے بہتر ہیں جو گلاب کے پھول پڑھری

ہوتی ہیں۔؟

کیا سینہری چھپت آسمان سے بہتر ہے جس پر صبح کو آفتاب چمکتا ہے رات کو چاند جگمگاتا ہے اور جس پر پانی  
برسنے کے بعد زریں کمان نمودار ہوتی ہے۔؟

کیا تیرا یہ پائیں باغ جس میں مشینوں سے ترشا ہوا سبزہ اور زاویہ ناکیا ریاں ہیں جنگل کے اُس نیچرل سین  
سے بہتر ہے جہاں بے ترتیبی کے ساتھ دُور دور تک سبزہ دوڑا ہوا ہے جہاں خود رو پھول سفستے ہیں۔ اور جہاں  
رنگین جھاڑیوں کے اندر سے پیچ و خم کھاتے ہوئے راستے گزرتے ہیں؟

تو پھر اے میرے تاجدار دوست میں تیری بات کیونکر مان لوں اور کس طرح اپنا دریا کے کنارے کا جھونپڑا جہاں  
چڑیاں گاتی ہیں اور ہوا متاثر ہوتی ہے چھوڑ کر تیرے اس محل میں رہوں جہاں کامر آئینہ دیدہ بصارت کی واسطے رنگ ہے!

اور ایک نوجوان جنازے کے آگے آگے گریبان بھاڑے چلا آتا ہے اور ہر قدم پر کلیجہ تھام کر ایک ایسی آہ بھرتا ہے کہ زمین و آسمان کانپ اٹھتے ہیں۔

میں نے غور سے دیکھا اور لرز گیا۔ کیونکہ میں نے اُس نوجوان ماتم کرنے والے کو پہچان لیا۔ میں نے ایک آہ بھری نوجوان نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ اُس نے مجھ سے تھرائی ہوئی آواز میں کہا ”بھائی میرے بچے سے اُس روز کے غصہ کی معافی چاہتا ہوں مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ تو اُس روز کیوں رو دیا تھا یہ کہہ کر اُس کی آواز بند ہو گئی۔

اُس وقت سے اُس بیچارہ کا بھی یہی دستور ہو گیا کہ جب وہ کوئی خوشی اور شادی کی بات دیکھتا ہے اُنسو اُس کی آنکھوں سے ٹپک ہی پڑتے ہیں۔ . . . . .

## عجیب شیری

ایک رنگین عاصموں والی وٹھیزہ آئیں کریم بیچا کرتی تھی۔ مگر شکر اس قدر کم ملائی تھی کہ ”برائے نام“ کہہ سکتے ہیں۔ اُس نے شکر نہ ملانے کی کوئی وجہ دل میں ضرور رکھ لی ہوگی۔ مگر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی۔ جب برف کھانے والے شیرینی کی بہت تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مٹھاس نہایت مناسب ذائقہ ہوتی ہے۔ ایک وزیر میں تیار ہو کر بیٹھا اور ارادہ کر لیا کہ آج اس راز کا سراغ لگا کر چھوڑوں گا۔ میں نے برف خریدی اور کھا لگا اور اُس لڑکی نے مجھ سے باتیں کرنا شروع کیں۔ میں رنگ بٹھا کہ یہ معاملہ کیلے کیونکہ آئیں کریم مجھے بھی بہت شیریں معلوم ہوئی ایسا معام ہوتا تھا کہ شہد ملا ہوا ہے۔ دراصل ایک مجھے ذاتی طور پر امر کا علم تھا کہ شکر اس قدر کم ہے گویا نہیں ہے۔ میں غور کرنے لگا۔ غور کرتا رہا۔ غور کرتا رہا۔ غور کرتا رہا۔ آخر کار میں خوشی سے اچھل پڑا کیونکہ مجھے یہ راز معلوم ہو گیا کہ شیرینی جو برف کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ دراصل برف میں نہیں ہے برف جہانے والی کی باتوں میں۔“

# سازشادی سن کے ہوتی ہے پریشانی مجھے اس سے آتی ہے صدائے عزیزیہ خوانی مجھے

بہشتیہ وقت تمہارے میں مجھے شادی کا ایک مجلس تھا۔ وہاں اپنی دلہن کی ساری کے قریب تھا۔  
وہ تہائی سریت سن کی آنکھوں میں ٹپک رہی تھی۔ وہاں وہاں کون قہقہے سننے سے ناممکن تہنہوں  
اور حیفہ کوئی کی ایک گونج تھا۔

یہ روبرو شادی کی وقت میرے سامنے آیا میں نے اپنے حرم میں ایک سنٹی محسوس کی اور جنہوں نے کل سے  
کوہ پیسین کے روبرو شادی کی پریشانی سے جس نے وہ محسوس کیا کہ میں نے جو کیا ہے یہ میں بائیں مجبور تھا، ایسا  
مجھے جس طرح مسکت خود خود کا یہی سنیم کے روبرو ہوتا ڈال کہ میں ہو جاتا ہے۔

وہاں نے مجھے مدد میں نہ تھی۔ دیکھا، دوس کی آنکھوں سے جھڑپاں اڑنے لگیں۔ جڑپوں کے چہرے  
بھی اس صوبان سے تہا تھے۔ . . . قریب تھا کہ میں ایسے کو جبکہ وہ گنت کے درمیان دیکھتا کہ میں نے نہایت  
مسکین جہ و بیکندت کی دلیسے اعضا کو جنبش دیکر معافی کیا ہے۔

وہ وہ خستہ میں جہ و بیکندت اور دوسرے مجھے مڑ مڑ دیکھتا رہا۔

اس واقعہ کو چند ماہ گذر گئے . . . .

ایک روز وہ میرے قریب میں سڑجکائے ہوئے ایک لکھی میں جا رہا تھا کہ ناگاہ میرے کان میں رننے کی صدا  
آئی . . . . میں نے گہرا کر آنکھیں اٹھائیں . . . . کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت کا جنازہ بچہ لوں سے ڈھکا  
بڑا چلا آتا ہے۔ لاش پر نکمین چادر پڑی ہے جنازہ کے ساتھ ساتھ نام کرنے والوں کا ایک گروہ عظیم ہے۔

# ترسم نہ رہی کہ اعرابی ! کیں رہ کہ تو میری تبرکستان است

میں نے ایک سڑک دیکھی۔ نہایت دلنریب جسکے دونوں طرف سایہ دار اور شاداب درخت جھوم رہے تھے میرا دل خوش ہوا اور میں نے خیال کیا کہ شاید یہی تیرے مکان کا راستہ ہے۔

میرے دل میں خوشی کا جوش پیدا ہوا اور اُدھر روانہ ہو گیا۔

میں برا بھلا رہا اور راستہ اس قدر دلنریب تھا کہ ہر قدم پرچی چاہتا تھا کہ یہیں ٹھہر جائیے۔

راہ طے ہوتی جاتی تھی اور میرے دل میں خوشی بڑھتی جاتی تھی میں مسرور تھا کہ اب مجھے تیرا نشان مل جائیگا۔

ناگاہ دور سے چند علامات ایسے نظر آئے کہ میں سمجھ گیا کہ راستہ اب قریب الختم ہے میری رفتار کو ان علامات نے

اور بھی تیز کر دیا اور میرا اشتیاق مجھے تڑپانے لگا۔ اور آخر کار میں راستہ کی انتہا تک پہنچ گیا۔

انتہا تک پہنچتے ہی میرے منہ سے بسیا ختمہ ایک چیخ نکلی اور میں سر پر کلر زین پر بٹھ گیا۔ میرا تمام جسم کانپ رہا تھا۔

... اس لئے کہ میرے سامنے ایک نہایت عینق غار تھا جس میں مردوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ اور

ہیبتناک درندے اُن ہڈیوں کو توڑ رہے تھے۔ اور غن اُس غار سے اڑ رہی تھی۔

قریب تھا کہ مجھ پر غشی طاری ہو جاتی کہ ایک آواز میرے کان میں آئی، کہنے والا کہہ رہا تھا۔

”افسوس! اے مسافر افسوس! تو نے راستہ کو خنک اور خوشگوار دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ ہمارے مکان کا راستہ یہی ہے

اتنی سی بات جی تیری قتل میں آئی کہ بارے شہر کا راستہ تو خوفناک گھاٹیوں اور طوفانی سمندروں کے اندر سے ہو کر

گذرنا ہے!!

## میرا سینہ تاریک ہے مجھے تھوڑی سی روشنی دیدے

صبح مسکراتی ہوئی آئی..... اُس کی ہنسنی تپک رہی تھی اور سر پر سونے کا تاج تھا۔  
میں نے صبح سے گڑ گڑا کر کہا "میرا سینہ تاریک ہے مجھے تھوڑی سی روشنی دیدے۔"  
صبح نے جواب دیا "شام کو دیکھا جائے گا۔"

شام ہوتے ہی صبح نے اپنا زریں تاج سر سے اتار کر پینک یا اور میری طرف ایک نئی خیر نظر سے دیتی ہوئی چلی گئی  
میں بے دیکھ کر بہت طویل جوار اور باغ کے ایک گنجان گوشے میں نہر جھکا کر بیٹھ گیا۔  
اتنے ہی شام میرے پاس ٹپکتی ہوئی آئی اور پوچھا "کیوں اُداس بیٹا ہے؟"  
میں نے کہا "صبح نے مجھے دیکھا دیا اور بغیر روشنی دیتے چلی گئی۔"

یہ شام کے دل پر ایک خاموش کیفیت طاری ہوئی اُس نے گنجل کر زلفیں چہرے سے ہٹائیں اور ٹنڈی سانس بھری۔  
میں نے جیسے ہی شام کا چاند سا جہرود دیکھا، دو زانو ہو کر اُس کے سامنے بیٹھ گیا اور بڑی لمبا جوت کے ساتھ  
اُس سے بھی سی التجا کی "میرا سینہ تاریک ہے مجھے تھوڑی سی روشنی دیدے۔"

چینکڑ شام اور بھی ٹھنکین جاتی، غم کی سیاہی اُس کے ترانوں پر دوڑ چلی اور اُس نے اندوہناک لہجہ میں کہا میں  
پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تو مجھ سے یہ درخواست کرے گا۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں تیری مدد نہیں کر سکتی "یہ روشنی جو تو دیکھتا  
ہے میری نہیں ہے، میں خود مقروض ہوں۔"

شام کے اس باہو سانہ جواب نے میرا دل توڑ دیا اور میں نے زیر لب کہا "افسوس میرا سینہ تاریک ہی رہے گا۔"  
یہ کہتے ہی میرے دل میں ایک ہلک سی اٹٹی اور آنکھ سے ایک آنسو ٹپک چڑا..... آنسو ٹپکتے ہی میری آنکھیں بند ہو گئیں  
..... اور نیچے جگانے لگا! اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ آفتاب مابتاب کچھ نہیں کر سکتے۔ سینہ تو صرف اُنسو ہی گرانے سے جھکتا ہے۔

جب موسم گل کی شگفتہ صبح کی تجلیوں میں ”ملکہ بہار“ جو رنگینیوں، خوشبوؤں اور نعموں کی جان ہے اپنا ستار بجاتی ہے۔ کائنات میں زندگی کی ایک لہر دوڑتی ہے۔ . . . . . پھول کانپنے لگتے ہیں۔ . . . . . اور اپنی نیکھڑوں کو کھول دیتے ہیں۔ . . . . . یہاں تک کہ سستی کی مسلسل لہریں اُن میں روح دوڑا دیتی ہیں۔

”ملکہ بہار“ ستار بجاتے بجاتے مدھوش ہو جاتی ہے اور باغ کی روش پر ٹہنے لگتی ہے۔ اس عالم میں وہ جس پھول کو توڑ کر بوسہ دیتی ہے ”وہ بلب“ بن کر چھپانے لگتا ہے۔ !!!

## میں خوش رہنا چاہتا ہوں

میری تنہا ہے کہ میں ہمیشہ خوش رہوں۔

”دولت“ بخش ہے اُسے چاہتا نہیں۔

”آرام“ پیش خمیہ ادا رہے اُسے پسند نہیں کرتا۔

”زمانہ“ غدار ہے اُس کی موافقت مجھے قبول نہیں۔

اور پھر بھی خوش رہنا چاہتا ہوں۔

تجھے سخت حیرت ہو گی کہ یہ کیسا عجیب انسان ہے ”اسبابِ خوشی سے مافر ہے۔ اور خوش رہنا

چاہتا ہے۔ !

اے برادر! میں تجھے دیر تک حیرت میں رکھنا نہیں چاہتا۔ راز کے چہرہ سے نقاب اٹھاتا ہوں۔

منہ جہ ہو جا۔

سُن مجھے اُس خوشی کی تلاش ہے جو دل کے ٹوٹ جانے سے پیدا ہوتی ہے اور بہتے ہوئے آنسوؤں کی

تیریں سکراتی ہے !!

## بہار

مارچ کا مہینہ ہے۔ بہار ابھی کسٹن ہے۔ ہوا خوشبو سے مست ہے صبح کا وقت ہے برسرِ باغ کا ایک گوشہ ہے میں اُس گوشہ میں بیٹھا ہوا شعر کہہ رہا ہوں۔ نازک نازک درخت اپنی پتلی پتلی شاخوں کا سایہ ڈال رہے ہیں آفتاب کی شعاعیں کشمکش کرتی ہیں اور آہنیں سکتیں چھوٹی چھوٹی چڑیاں گارہی ہیں۔ پھدک پھدک کر چپک چپک کر گنگناتے ہوئے چشمے سے پانی پی رہی ہیں۔ پانی میں طرح طرح کے پھول اور خوش رنگ پتیاں بہ رہی ہیں چڑیاں ایک شاخ سے دوسری شاخ پر اڑاڑ کر جا رہی ہیں اور نرم نرم شاخیں لچک رہی ہیں۔ ایک چڑیا سب سے بلند شاخ پر "یا دو تو" "یا دو تو" کی صدا لگا رہی ہے۔ ایک توہی "توہی" کے ترانے گا رہی ہے۔ ہوا آہستہ آہستہ چل رہی ہے۔ خوشبو کے وزن سے تیز نہیں چل سکتی۔ پتیاں قیص کر رہی ہیں اور وہی آواز میں نغمہ سرائی پھول سنس رہے ہیں اور کلیاں چٹک چٹک سا زبجا رہی ہیں۔ میں اس منظر کو دیکھ رہا ہوں اس طرح کہ اس سے بہتر کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی میں اس معطر ہوا میں سانس لے رہا ہوں ایسی گہری کہ کوئی متنفس اس سے گہری سانس نہیں لے سکتا۔

مجھے آپ حیا کی طرف دعوت زدو دہاں صرف عمر دراز ہوتی ہے یہاں تو روح میں بالیدگی آتی ہے اور دل میں صفائی۔

موسم بہار نہیں ہے بلکہ ایک ٹھنڈی سانس "یا ایک شیریں بو" ہے۔

## گل و بلبل

تو بلبل کو کیا سمجھتا ہے؟ ایک طائر؟ ایک پرندہ؟ تو سمجھتا ہے کہ بلبل اور چسپنہ ہے۔ گل اور شے

ہے؟  
تو کس قدر دھوکے میں ہے۔





کس درجہ دلگداز ہے آمدِ بہار کی  
لبِ نرِ سوز سے ہے ہوا کو بہار کی

# تازہ پھول

”یہ وہ مضامین و اشعار ہیں جو آغازِ موسمِ بہار یعنی مارچ میں لکھے گئے ہیں  
اور ایسے پھول ہیں جن کی پنکھڑیوں سے شبنم بھی اڑی نہیں ہے“

اپنے سے رفتہ رفتہ بگناہ ہو گیا ہوں

رُخ پر زلفوں کو پریشان کئے بیٹھے ہو

میرے دل کو واسطے اے جوشِ راحت ہی نہیں

دل کا طوفان میں سفینہ ہے

وہ دردِ شبِ غم ہے کہ سو بھی نہیں سکتے

تمہیں نہیں ہو کچھ اے خُشک پتیوں برباد

یوں نہ رُخ پوشیدہ کیجئے مجھ کو جینے دیجئے

خوشی بڑھ رہی ہے تو دل مر رہا ہے

جس وقت تک اس آنکھ میں آنسو نہیں آتا

پر دے میں رہنے والے! میں تجھ میں کھو گیا ہوں

تم مرے قتل کا سامان کئے بیٹھے ہو

کس پر دل آیا ہے اس سے اُفتیت ہی نہیں

اُن کے رخسار پر پسینہ ہے

اور اُس بچہ آفت ہے کہ رو بھی نہیں سکتے

غریبِ غمِ رودہ رنگِ بہارِ سہم بھی ہیں

میری آنکھوں کو شرابِ سُرخ پینے دیجئے

مست کی تکمیل سے ڈر رہا ہے

میں دیکھ چکا ہوں کہ نظر تو نہیں آتا

تھا، مگر مجھ پر ہجوم بے کسی ایسا نہ تھا  
 آج ہے دل پر جو سناٹا کبھی ایسا نہ تھا  
 حسرتیں دل میں لیتے جب سوئے مس حیات نہیں  
 روح پر وہ ضرب لگتی ہے کہ پس حیات ہوں میں  
 تعجب کیا، اگر تغیل اسکی تیز رہتی ہے  
 تیرے جلوؤں سے کی نیند تک لبریز رہتی ہے  
 ستارے ہی چمکتے ہیں نہ جگنو ہی چمکتا ہے  
 ہمیشہ روح کی محفل میں آنسو ہی چمکتا ہے  
 وہ تم کو دیکھ کے حالت تباہ ہوتی ہے  
 تمام سانس مری صرف آہ ہوتی ہے  
 چمکے ہلال، اُن کا ابرو کبھی نہ ہوگا  
 موتی ہزار اُبھرے، آنسو کبھی نہ ہوگا  
 عشق ہنگامہ اُس کی محفل کا  
 حُسن اک گھاؤ ہے مے دل کا  
 زمانہ ساتھ دے ہر چند کچھ تسکین نہیں ہوتی  
 اگر محکوم ہے تو نیند بھی شیریں نہیں ہوتی  
 کہتے ہو غم سے پریشان مچھتے جاتے ہیں  
 یہ نہیں کہتے کہ انسان ہوئے جاتے ہیں  
 تم کو خود سے نہ خیالِ دلِ ناشاد آیا  
 یاد آیا مرے کہنے سے تو کیا یاد آیا!

راحت ہے جمل ”ہجر“ سراپا لال ہے

یہ بھی طلسم بندی و سیم و خیال ہے

ہر چیز کائنات کی بس بریں یاس ہے

دل کیا اُداس ہے کہ زمانہ اُداس ہے

دل مل رہا ہے حُسنِ فسونگر کے سامنے

قطرے میں حیر و مد ہے سمندر کے سامنے

کلیجہ پل رہا ہے نزع کی حالت ہے جینے میں

بتاؤ تو کوئی یہ کیا ہوا جاتا ہے سینے میں

یوں مُسکرا رہے ہو کہ دل کو نہ کل پڑے

کیا چاہتے ہو نہ سہ کلیجہ نکل پڑے؟

خموشی دیکھ کہ دل زندگی سے ہٹ گیا ہوتا

اگر تم بہن نہ دیتے تو کلیجہ پھٹ گیا ہوتا

دل میں برہمی کی طرح تا نفس گڑتا ہے

پاؤں رکھتے ہیں کہاں اور کہاں پڑتا ہے

وہ سانس ہیں دل میں تلاطمِ خدا بچائے

دو ڈاک گاڑیوں میں تصادمِ خوابچائے

ہر شین پڑواک زخم کاری دل پہ کھاتے ہیں      سفر کرتے ہیں یام جنگ کے میدان میں جاہیں

رنگیں سمن نے ذبح کیا دل کو ریل پر      مرنے کو اور جائے پنجاب میل پر

غمِ فزنت سے کیا کیا جوشِ دل سینوں میں ملتے ہیں  
 خصو صائب اکیلے گھر میں دونوں وقت ملتے ہیں

دربندی سے بے نپستی سے      بے تعلق ہیں اپنی بستی سے

مٹھائے سامنے کیوں اشک میرا یہ نہیں سکتا      اے مسوس کر سکتا ہوں لیکن کہہ نہیں سکتا

بڑھے جاؤ نہ بوں ڈوبو ذرا غورِ قاتل میں      ترقی ٹھک کے سو جاتی ہے آغوشِ تنزل میں

بڑھ کے سامانِ عیشِ عشرت کا      خون کرتا ہے "آدمیت" کا

تجیرِ خیز یہ دنیا کی رت ہے      لبوں پر ہے "خدا" سینے میں "بت" ہے

وہ سروِ نازِ حسن کی لہروں میں غرق ہے

انکھو نہیں س ہے اور نگاہوں میں برق ہے

دنیا کی روشنی ہے ضیا آسماں کی ہے

کہتے ہیں راست گوئی "امانت" زباں کی ہے

عقبے میں عافیت ہے تو دنیا میں نام ہے

کہتے ہیں جسکو "صدق" وہ روحِ کلام ہے

ہر گھر سے فزوں عیش میں حنبت کا مکان ہے

اور اُس کے طلبِ گاروں پر یہ خوابِ گم ہے

اس اعتقاد میں پہناں عجیب حکمت ہے

کشاہدِ رُوتی سے ملنا بھی اک عبادت ہے

جنابِ پیڈر کے عطر و لکچر کو یوں بالکل درست پایا

مگر نگاہِ مال میں نے عمل جو دیکھا تو مست پایا

برتاؤ دوستی کی حد سے نکل گئے ہیں

یا تم بدل گئے ہو یا ہم بدل گئے ہیں

اک زمانہ سے جُدا جذبات کی ترتیب ہے

غیر معمولی عناصر سے مری ترکیب ہے

یہ نور، یہ دُھند لگا، یہ چاند، یہ ستارے      کافر بھی ہو جو کوئی اللہ کو پکارے

بہرِ عبرت کیوں حکایاتِ الم کو دیکھئے      آپ کو آنسو بہانا ہوں تو ہم کو دیکھئے

جو حق پرست ہیں مٹ کر تباہ ہو جائیں      اگر یہ ہو تو ستارے سیاہ ہو جائیں

موت بے دل کی اور نگاہوں کی      ”عشق“ پاداش ہے گناہوں کی

موت بھی شیریں ہے اس تکلیف سے      جس پہ دل آیا ہو وہ نفرت کرے

مرے حواس تری شانِ حُسن میں گم ہیں      کہ اک نگاہ اٹھانے میں سنبھلے ہیں

ترے جمال سے میری حیاتِ مشق ہے      مرا ”وجود“ مرے واسطے ”انالْحَق“ ہے

نہ دیکھے غور سے اس طرح، کہدو چشمِ پرِ نیم سے      مگر کہ ہے وہ عارض ”نیکھڑی“ سے اور ”شبنم“ سے

کذبِ شیوہ نہیں میرا میں سخن ساز نہیں  
ایسے نغمے کی مرے ساز میں آواز نہیں

بات رو جائے اس پر مرتے ہیں  
ہم جو کہتے ہیں کہ گزرتے ہیں

ٹھنڈی سانسیں ہیں گرم آہیں ہیں

جب سے ہم پر تری نگاہیں ہیں

دل نکلتا نہیں ہے پستی سے

”قبر“ بہتر ہے ”تنگدستی“ ہے

محرومِ التفات ہوں، مایوسِ حور ہوں

یہ آس بھی نہیں کہ ”ابھی زیرِ غور ہوں“

بڑی نمود سے دنیا میں وہ اُبھرتا ہے

جو کارخانہ قدرت میں منکر کرتا ہے

سرگرمیوں کی کیا کیا راہیں نکالتی ہیں

انساں کو آرزوئیں جس کو کہیں الٹی ہیں

ہر چند دُغریب ہے، شہزادوں میں طاق ہے

عبرت سے دیکھتے ہیں تو دنیا مذاق ہے



خوشی سے جہنی ہوں جان کا کھونا ہی آتا ہے  
مجھے لے دیکے کچھ آتا ہے تو رونا ہی آتا ہے

موت سے قبل "زندگی" کیسی؟  
جی رہا ہوں ابھی "خوشی" کیسی؟

نتیجہ جنگ ہے خوش ہوتے ہی مغموم ہو جانا  
کہیں بہتر ہے اُن لذاتِ محسوسِ مہربانا

مشہور جہاں ہے میری ہستی  
آذر کدہِ صنم پرستی

میری حالتِ تریِ فرقت میں سنبھل جائیگی؟  
کیا یہ دُنیا ہے کہ دو دن میں بدل جائے گی؟

یہ مانا درو کو حد سے گزر جانا بھی آتا ہے  
مگر بسیارِ شامِ صنم کو مر جانا بھی آتا ہے

زنگیںِ رخسار نے فوج کیا دل کو ریل پر  
مرنے کو اور جائے "نخبِ بامیل" پر

ہر بُنِ موسے آہ کرتا ہوں  
اُس طرف جب نگاہ کرتا ہوں

میرے رونے کا جسبیں قصہ ہے      عمر کا بہترین حصہ ہے

اگر سچ پوچھتے! اس سے کہیں آسان ہے مرنے      غیور انسان کا نا اہل سے حاجت طلب کرنا

ذوقِ کرم نہیں ہے تابِ جفا نہیں ہے      بُزدل کو زندگی کا کوئی مزا نہیں ہے

وعدہ نہیں ہے ایک علالت کا جام ہے      ایفائے عہد روح کی صحت کا نام ہے

طے ہو رہی ہے منزل چو نکو کہ وقتِ کم ہے      ملکِ فنا کی جانب ہر سانس اک قدم ہے

زر کے خیال میں ہوں نہ فکرِ معاش میں      رہتا ہوں صبح و شام میں اپنی تلاش میں

پہناں ہے اس میں رازِ مری بہت و بود کا      ذوقِ فنا غور ہے میرے وجود کا

دل نہ آغازِ دشمنی کرنا      اب کسی سے نہ دوستی کرنا

سوچو تیرے دل میں آخر کس طرح "رات" فون ہو؟

جو سانس لے رہا ہو پھر بھی وہ سٹھکن ہو!

نظر فرما دیکر تیری ہے نگاہیں تھرختراتی ہیں

محبت ہے وہ افسانہ جیسے نکلیں سناتی ہیں

ایک طوفاں ہوں، اک تلاطم ہوں

میں کیس کے خیال میں گم ہوں

تم نہیں "میں ہوں" میں نہیں "تم ہو"

صاف کہہ دوں تو اک تلاطم ہو

جس زندگی پہ نازاں یہ صاحبِ ہوں ہیں

وہ کیا ہے؟ فی الحقیقت گنتی کے پچھنس ہیں

صبر کی طاقت جو کچھ لمبیں ہے کھودیتا ہوں نہیں

جب کوئی ہمدرد ملتا ہے تو رو دیتا ہوں نہیں

دل دھڑکتا ہے شک بہتے ہیں

ہائے ہم کس بلا میں رہتے ہیں



از دست تو نشسته در کف دستم  
در این تنه نشسته از کف دستم

درد





چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے

چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے

چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے

چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے

چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے  
 چہ ترانہ کہیں کہیں آتی ہے یہاں تیرے



۱۔ خیر الخیر  
 ۲۔ اگر کسی کو ایک بار حق تعالیٰ سے مل جائے  
 ۳۔ خیر الخیر

تمی یوم و جمعه و شنبه و اربعه  
و پنجشنبه و شنبه و اربعه

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱

مختار فیہ کتب معتد بہ - اس میں ہے  
مختار فیہ کتب معتد بہ - اس میں ہے

[illegible]

اے سپہ سالارِ سنجہ بند  
اے سپہ سالارِ سنجہ بند

اے سپہ سالارِ سنجہ بند  
اے سپہ سالارِ سنجہ بند

یہ ہے سنجہ بند  
یہ ہے سنجہ بند

یہ ہے سنجہ بند  
یہ ہے سنجہ بند

یہ ہے سنجہ بند  
یہ ہے سنجہ بند

یہ ہے سنجہ بند  
یہ ہے سنجہ بند

یہ ہے سنجہ بند  
یہ ہے سنجہ بند

یہ ہے سنجہ بند  
یہ ہے سنجہ بند

یہ ہے سنجہ بند  
یہ ہے سنجہ بند

یہ ہے سنجہ بند  
یہ ہے سنجہ بند

و، جسے رکے اور کھڑے کر دیا

جسے رکے اور کھڑے کر دیا

و، جسے رکے اور کھڑے کر دیا

جسے رکے اور کھڑے کر دیا

و، جسے رکے اور کھڑے کر دیا

و، جسے رکے اور کھڑے کر دیا

و، جسے رکے اور کھڑے کر دیا

و، جسے رکے اور کھڑے کر دیا

و، جسے رکے اور کھڑے کر دیا

و، جسے رکے اور کھڑے کر دیا

و، جسے رکے اور کھڑے کر دیا



نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے  
نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے

لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے  
لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے  
نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے  
نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے  
نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے  
نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے  
نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے  
نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے  
نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے

نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے  
نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ سچ ہے









4-1

جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای

جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای

جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای

جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای

جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای

جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای  
جی نہایت لای



سے راہ راہ لے کر آیا ہے، کشتی کی کمر  
 سے اسے ایسی کمر کھڑا کر دیا ہے،  
 سے راہ راہ لے کر آیا ہے، کشتی کی کمر  
 سے اسے ایسی کمر کھڑا کر دیا ہے،

سے راہ راہ لے کر آیا ہے، کشتی کی کمر  
 سے اسے ایسی کمر کھڑا کر دیا ہے،  
 سے راہ راہ لے کر آیا ہے، کشتی کی کمر  
 سے اسے ایسی کمر کھڑا کر دیا ہے،

اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،

اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،

اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،

اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،  
 اے کمر، اے کمر، اے کمر، اے کمر،

وہاں تیرے ہی ہوتے ہیں

تو نہ رہا تو ہی ہوتے ہیں

چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں

چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں

چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں

چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں

چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں

چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں  
چند ہی ہوتے ہیں

خدا پر ہر قلب، ہر سر، ایسا ہے

دیکھو ہم سب شہریت ہیں یہ بات

چند بنامه است از جمله  
چند بنامه است از جمله  
چند بنامه است از جمله  
چند بنامه است از جمله

میں نے، بہ سمندر شہ ۲۴ چپہ لہ اجڑا  
مکتبہ علم و ادب، لاہور، چپہ  
لکھنے سے پہلے کہ اس پر چپہ لکھنے سے پہلے،  
جس پر علم و ادب، لاہور، چپہ

۱۔ اجزاء اسمائے شمس و کواکب  
۲۔ تہذیب و تمدن  
۳۔ احوال و سیرت

سب از آنکه چنانچه شکر سحر باشد  
 از آنکه چنانچه سحر سحر باشد  
 و از آنکه سحر سحر سحر

۱۔ یہ لکھنؤ شہر ہے  
 ۲۔ یہ بنارس ہے  
 ۳۔ یہ شہر ہے  
 ۴۔ یہ ہے

مکھچھینڈنا ایم سے ایم، شجر  
 کی عمر سے رحمتہ بقیہ احرام،  
 نہ اس کے جب تندرست نہ جیہ الہیہ  
 لہذا یہ پیچھے ہے، یہ ہے عمر خیر

خداوند است و در حق او  
و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او

و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او

و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او

و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او

و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او

و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او

و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او

و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او  
و در حق او است و در حق او

تم آئندہ کج شاہ کر تم سے بدھ ہو کر نہیں رہو  
تم اپنے لیے کچھ نہ چاہو تم اپنے لیے نہ

تم اپنا کراؤ تم کو کچھ تم کو کچھ نہیں  
تم غم نہ کرو غم نہ کرو غم نہ کرو

میں ہوں یا نہیں میں ہوں یا نہیں  
میں ہوں یا نہیں میں ہوں یا نہیں  
میں ہوں یا نہیں میں ہوں یا نہیں  
میں ہوں یا نہیں میں ہوں یا نہیں

میں ہوں یا نہیں میں ہوں یا نہیں  
میں ہوں یا نہیں میں ہوں یا نہیں  
میں ہوں یا نہیں میں ہوں یا نہیں  
میں ہوں یا نہیں میں ہوں یا نہیں

تم نے یہ شہ نہ دیکھا  
تم نے یہ شہ نہ دیکھا  
تم نے یہ شہ نہ دیکھا  
تم نے یہ شہ نہ دیکھا

تم نے یہ شہ نہ دیکھا  
تم نے یہ شہ نہ دیکھا  
تم نے یہ شہ نہ دیکھا  
تم نے یہ شہ نہ دیکھا

تم نے ان کو نہیں دیکھا  
تم نے ان کو نہیں دیکھا  
تم نے ان کو نہیں دیکھا  
تم نے ان کو نہیں دیکھا

تم نے ان کو نہیں دیکھا  
تم نے ان کو نہیں دیکھا  
تم نے ان کو نہیں دیکھا  
تم نے ان کو نہیں دیکھا



سرو و توتہ سے ہے پستی کی رو سے  
سرو و توتہ سے ہے پستی کی رو سے  
سرو و توتہ سے ہے پستی کی رو سے

سرو و توتہ سے ہے پستی کی رو سے  
سرو و توتہ سے ہے پستی کی رو سے  
سرو و توتہ سے ہے پستی کی رو سے

تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ

تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ

تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ

تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ

تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ

تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ  
تو ہی رہا ہے اس کے ساتھ

آه زانسانان خوار و سست  
آه زانسانان خوار و سست

آه زانسانان خوار و سست  
آه زانسانان خوار و سست

آه زانسانان خوار و سست  
آه زانسانان خوار و سست

آه زانسانان خوار و سست  
آه زانسانان خوار و سست

آه زانسانان خوار و سست  
آه زانسانان خوار و سست

آه زانسانان خوار و سست  
آه زانسانان خوار و سست

آه زانسانان خوار و سست  
آه زانسانان خوار و سست

آه زانسانان خوار و سست  
آه زانسانان خوار و سست



[illegible]

جہاں پتھر پتھر سے منہ نہ دے گا

کتابخانه عمومی مسجد جامع کاشان

جہانگیر عالم کی استیصال

[illegible]

چند اسمی که از اسرار و مخفی است ای هم

۱۰۰ جم، ۹۰ پیکر، ۸۰ قلم، ۷۰ پیتر، ۶۰ کمر

جہاد کا مفہوم، اہل انجیل کے لئے

آرام سر کرنے والا ہے کس شے پہ غیبرہ ہے تجھ کو؟  
 دنیا یہ بدلنے والی ہے؛ کس چیز پہ تو اتراتا ہے  
 کس طرح یہ دل کا رنج مٹے؟ اللہ میں کیا تدبیر کروں؟  
 آنسو ہیں کہ اُبلے پڑتے ہیں دل ہے کہ وہ بیٹھا جاتا ہے  
 اعلان سحر کو ہوتا ہے یوں حُسن کی شاہنشاہی کا  
 گرہ دوں پہ نہر اک چرچم مشرق کی طرف لہراتا ہے  
 مشکل ہیں ہوں اپنی فطرت سے انجام پہ یوں رہتی ہے نظر  
 جب سازِ مسترت چھڑتے ہیں، بسیا ختمہ رونا آتا ہے  
 اندازِ واداسے اے دُنیا تو لاکھ سنور کر سامنے آ  
 یہ جوشِ فقیرِ آزاد نشِ کبِ حیان میں تھک لاتا ہے  
 تبسم ہے وہ ہونٹوں پر جو دل کا کام کر جائے  
 انہیں اس کی نہیں پروا کوئی مڑتا ہے، مرجائے  
 دُعا ہے میری ایدل تجھ سے دُنیا کو چ کر جائے  
 اور ایسی کچھ بنے تجھ پر کہ اربانوں سے ڈر جائے  
 جو موقع مل گیا تو خسرے یہ بات پوچھیں گے

”ازل پہلا سیم اُس لبِ ایجا و فطرت کا  
 سنا ہے اپنے چہرہ سے کوئی زلفیں ٹہاتا ہے  
 سہواؤں کے وہ جھونکے وہ کھلے میدان کی سر دیا  
 سرِ بالیں سحر ہوتے ہی غمخواروں کا مجمع ہے  
 ٹپک پڑتے ہیں جگہ اشکِ بربادی کے قصوں پر  
 نہ لو انکڑائیاں اس طرح اٹھ کر خوابِ نیش سے  
 ہماری زندگی کیا ہر سلسلہ اک دل دھڑکنے کا  
 ”قیامت“ چند سانسیں آخری سستی کے سماں کی  
 سحر کے وقت دھیمی روشنی میں تارِ تاباں کی  
 وہ لہریں چاند سے رخسار پر زلفِ پریشاں کی  
 خدا جانے بسر کس طرح میں مے شام بھراں کی  
 خبر ہو جائے کاش اُن کو مے حالِ پریشاں کی  
 کہیں کروٹ نہ لے دنیا مے جذباتِ پہناکی  
 ہماری موت کیا چنیش ہے اک جذباتِ پہناکی

بنادیں گی لقتی ہے جو شمسِ مردِ با خدا اک دن

تپش اندوزیاں سینے میں برقِ سوزِ پہناں کی

اپنے میں جواب بھولے کسے بھی احت کا تقاضا پاتا ہے

حالات پر میرے کر کے نظر دلِ مجھ سے بہت شرماتا ہے

اُلجھن سی پکا یک ہوتی ہے دمِ رکت ہے دل بھرتا ہے

جب کوئی تسلی دیتا ہے کچھ اور بھی جی گھبراتا ہے

کس سے ملوں اور کس سے مدد لوں ہا مری محرومی دل

آمانِ محبت ہی میں زمانہ مجھ سے تمہیں چھڑواتا ہے

مری آنکھیں کہ ہیں پابند حسنِ رونے جاناں  
 کہ ہر کانٹے میں تو نے روحِ دوڑادی گلستاں  
 ترے آتے ہی گویا جاگ اٹھی دنیا گلستاں  
 شعاں پر رہی ہیں آفتابِ رونے جاناں  
 کسی کافر سے ہوگی اب حفاظتِ مینِ ایماں  
 کہ ہو سکتی ہیں اتنی خوبیاں صورت میں انساں  
 دُرارِ دُوادِ سن لیتے ترے حالِ پریشاں  
 اُداسی منہ اندھیرے دیکھتے گورِ غریباں  
 ستاروں سے حقیقت پوچھ میری چشمِ گریاں  
 یہ دُنیا کیلے ہے اک ترکیبِ اجزائے پریشاں  
 پرستش کر رہا ہے چاند تیرے رونے تاباں  
 نہانے آئی جب پہلی کرنِ مہرِ رخشاں  
 قضا کیا ہے روحِ پرور اک ادا اُس آفتِ حال  
 نہ پوچھ اے مہنشیں لذتِ جراحتِ تہائے پہنائی  
 جگہ مجھ کو نہ دے گی کیا نہیں گورِ غریباں

کبھی دنیا کے منظر کی طرف پھر ہی نہیں سکتیں  
 خدا کی رحمتیں اے مطربِ رنگیں نوا تجھ پر  
 کلی نے ساز چھڑا، بلبلوں نے نغمہ شیریں  
 زمیں سے آسمان تک فزّوڑہِ قصّ کرتا ہے  
 اُسی انداز سے پھر کھولیںِ توفیقِ شکر نے  
 یہ ثابت کر دیا تجھ کو بنا کر دستِ قدرت نے  
 مناسب ہو اگر تو سازِ شادی روک کر دم بھر  
 نسیم صبح ٹھنڈی سانس بھرتی ہے فرازوں پر  
 جھپک جاتی ہے اُن کی آنکھ لیکن میں نہیں سوتا  
 یہ عالم کیا ہے، اک محبوب سے ناچیزِ ذروں کا  
 شبِ مہتاب میں اے سونے والے بسترِ گل پر  
 سحر کو سانس لی دریا نے دُڑی روحِ لہر وں  
 حیاتِ ماضی کیا ہے اک لطیفہ اس کی قدرت کا  
 کنارِ آبِ جو فصلِ بہاری کی ہواؤں میں  
 اے او حکم دینے والے مجھ کو دُور سے اُٹھنے کا

ہر طرف دیکھ لیا جب تری صورت دیکھی  
 جبکہ آنے ہوئے بیمار میں طاقت دیکھی  
 پھر بھی ڈرتے ہوئے میں نے تری صورت دیکھی  
 یہ تو ہم نے کوئی دیکھی ہوئی صورت دیکھی  
 کیوں ستمگاز مرے ضبط کی قوت دیکھی؟  
 سرسری طور سے جس نے تری صورت دیکھی  
 رونے والوں ہی کے چہرے پہ صباحت دیکھی  
 دیر تک شکل متہاری دمِ رخصت دیکھی  
 رو دیے ہم جو تری چشمِ عنایت دیکھی

مجھ کو تعلیم سے فرصت ہی کہاں اے شبیر

کہہ یا شعر کوئی جب کبھی فرصت دیکھی

قدم رکھتے ہی شق سمونے لگی دیوارِ زنداں کی  
 کہ ہر کانٹے میں تو نے رُوحِ دوڑا دی گلستاں کی  
 بنانے آئے تھے فہرستِ میسے ساز و ساماں کی  
 یہ تصویریں ہیں کچھ تیرے تبسمِ بانے پہاں کی

دور اندیش مرضیوں کی یہ عادت دیکھی  
 آئے اور اک نگہِ خاص سے پھر دیکھ گئے  
 قوتیں ضبط کی ہر چند سنبھالے تھیں مجھے  
 محفلِ حشر میں یہ کون ہے میسرِ مجلس؟  
 سب یہ کہتے ہیں "اے اب کوئی آزار نہیں"  
 اُس کی صورت کو بہت غور سے دیکھا میں نے  
 سونے والوں پہ نہ چمکا کبھی نورِ حسری  
 صفحہِ دل پہ جو مقصود تھا گہرا نقشہ  
 اس قدر یاس بھی ہوتی ہے کہیں دنیا میں

دلِ آزادہ رو میں وہ تمنا تھی بیا باں کی  
 تری قوت پہ اے جوشِ نمودارِ اک حیراں ہے  
 پیشیاں ہو کے میرے بعد گھر سے اقر بہ نکلے  
 گٹھائیں برق کی چمکِ ستاروں میں درخشاں



برق سی اک گرانی جاتی ہے یوں بھی صورت دکھائی جاتی ہے  
 لوگ مڑ مڑ کے دیکھتے ہیں انہیں لاش میری اٹھاتی جاتی ہے  
 میری میت پہ کیوں تری تصویر دوستوں کو دکھائی جاتی ہے  
 کون آیا ہے لاش پر پیری منہ سے چادر مٹائی جاتی ہے  
 تم نہ دیکھو! کہ میرے چہرے پر اک تناسی پائی جاتی ہے

تیری باتوں میں آجکل بھر جوش

بہ محبت کی پائی جاتی ہے

جب سے مرنے کی جی میں ٹھانی ہے کس قدر ہم کو شادمانی ہے  
 شاعری کیوں نہ اس آئے مجھے یہ مرقن حنائی ہے  
 کیوں لب التجا کو دوں جُنبش تم نہ مانو گے اور نہ مانی ہے  
 روح کیا؟ آہ کی خفیف ہوا خون کیا؟ آنسوؤں کا پانی ہے  
 آپ ہم کو سکھائیں رسمِ وفا مہربانی ہے مہربانی ہے  
 دل ملائے جنہیں ہم ہاں سا تلخ اُن سب کی زندگانی ہے

کوئی صدمہ سرور پہونچے گا

آج کچھ دل کو شادمانی ہے

پھر نگاہِ غور سے قانونِ قدرت دیکھئے  
 رو رہی ہے وہ کسی کی شمعِ تربت دیکھئے!  
 اپنی حاجت دیکھئے، میری ضرورت دیکھئے  
 بیکسوں کا بھی کبھی سرِ زمیشت دیکھئے  
 کس قدر کمزور ہوں میں میری صورت دیکھئے  
 حضرتِ دل دیکھئے، اپنی حقیقت دیکھئے  
 دیکھئے دنیا کے منظر اور یہ عبرت دیکھئے  
 ضبط پر ہے کس قدر ہم کو بھی قدرت دیکھئے  
 آدمی ہیں آپ اگر تو آدمیت دیکھئے  
 صبح اُٹھ کر خذہ سامانِ قدرت دیکھئے  
 واہ کیا اشعار ہیں، دیوانِ فطرت دیکھئے  
 جو نشاطِ زندگی تھے اُن کی تربت دیکھئے  
 جھجک گئیں میری ہی آنکھیں رسمِ الفت دیکھئے

میری حالت دیکھئے اور اُنکی صموت دیکھئے  
 میرِ مہتاب و کو اکب سے تبسم تا بجے؟  
 آپ اک جلوہ سراسر میں سراپا اک نظر  
 اپنے سامانِ تعیش سے اگر فرصت ملے  
 مسکرا کر اس طرح آیا نہ کیجئے سامنے  
 آپ کو لایا ہوں دیر انوں میں عبرت کے لئے  
 صرف اتنے کے لئے آنکھیں بہیں بخشیں گئیں  
 موت بھی آئی تو چہرے پر تبسم ہی رہا؟  
 یہ بھی کوئی بات ہے ہر وقتِ دولت کا خیال  
 پھوٹ نکلے گا جبیں سے ایک چشمہٴ حسن کا  
 رشِ شبنم، بہارِ گل، بندِ غم، مہرِ واد  
 اس سے بڑھ کر اور عبرت کا سبق ممکن نہیں  
 مکتی خطا اُن کی، مگر جب آگئے وہ سامنے

خوشنمایا بندِ سہو و ہر کی ہر چیز میں  
 جوش کی تمخیل کہتی ہے کہ قدرت دیکھئے

نہیں ہے آہ میں تاثر خیرا چپا نکلو ادوا  
وہ اک سہم ہیں جسے کت کو ہاں مجوں لے گیا ہے  
اے ادلوپچنے والے سبب میرے نہ ہونے کا!  
زلمے میں جب ادھی رات کا ہوتا ہے سنا  
بتا دیتا میں رُہ اُس طرح اُٹھتے ہیں محفل سے  
وہ اک تم ہو کہ سنہتے ہو تماشا گاہِ ساحل سے  
مجھے رُنا بھی ابدت ہوئی آتا ہے شکل سے  
برابر آپ کی آواز آتی ہے مرے دل سے  
سمجھ کر رز وہ اے جوش ہراز و نکا ہنس دینا

مرادہ مطمئن بن کر نکلنا کوئے قاتل سے

دل ٹھیک لگا ہے سینہ خالی سا ہو گیا ہے  
کس نے یہ صفت شب میں چھیڑا باب اپنا  
بیمارِ شامِ غم کی اللہ ری نا اُمیدی!  
کس زور میں رُاں بے دریغ غم کا دھارا  
آتا ہے مجھ کو کیا کیا بے اختیار رونا  
آنکھوں سے ہو تو تم بھی کچھ دل کا حال سن لو  
کل شب کو چاندنی میں پھر اسکی یاد آئی  
بیٹھا ہوا ہوں حیراں کچھ جیسے کھو گیا ہے  
ہستی کا ذرہ ذرہ مدہوش ہو گیا ہے  
ملنے ہی تم سے آنکھیں کچھ چپ سا ہو گیا ہے  
ایا ہے جو وہ اپنی کشتی ڈبو گیا ہے  
جب کوئی پوچھتا ہے کیا تجھ کو ہو گیا ہے؟  
گذرا ہے جو ادھر سے کچھ دیر رو گیا ہے  
ہم جانتے تھے دل سے وہ محو ہو گیا ہے

چہرہ پر مردنی سی چھائی ہوئی ہے گویا

دو دن میں جوش تیرا کیا حال ہو گیا ہے



وہی اب سو رہے ہیں قبر کی تاریک منسل میں  
 جب اُدھی رات پر وہ ڈال دیتی ہے نہ ملنے پر  
 کوئی دربار کرتا ہے مرے کاشانہ دل میں  
 کلی مہجائی، ٹپکیں شاخِ گل سے خون کی بوندیں  
 ہوائے گرم یہ کیا کہہ گئی پھولوں کی محفل میں  
 یہ صوتِ سردی ہے جس پہ تائے قہس کرتے ہیں  
 یہ حسنِ دوست ہے جس کی تڑپ ہے ماہِ کامل میں  
 نظر نے پایا ہے انتہائے عیشِ منانی کو  
 خوشی کے نام سے اب دُرد اٹھتا ہے مرے دل میں  
 مری راتیں، مری تخیل، دونوں تجھ سے روشن ہیں  
 اُتر آچو دھویں کے چاند بارکھ لوں میں کچھ دل میں  
 مزاجِ خاکساری میں نزاکت ہے قیامت کی  
 نہ لیجاؤ مجھے مغرور انسانوں کی محفل میں  
 صدا دی جب دردِ دل پر یہ دُنیل نے کہ "حاضر ہوں"  
 ندا آئی "پلٹ جا" تیری گنجائش نہیں دل میں

جھلملاتے ہوئے تاروں میں یہ سنتا ہوں صدا  
 روئے والے میں ترے پاس ہوں کچھ دور نہیں  
 مسکراتے ہوئے آئے ہیں وہ میت پہ میری  
 روح قالب میں پلٹ آئے تو کچھ دور نہیں  
 دعوے اے عشق کجا، شورِ انا الحق کیسا !  
 سانس لینا بھی تری بزم میں دستور نہیں  
 آپ ہی کچھ نہیں بیزار مرے جینے سے  
 میں بھی اس زندگی تلخ سے مسرور نہیں  
 دیر سے دیکھ رہے ہیں وہ ادائیں اپنی  
 آئینہ ہاتھ سے چھٹ جائے تو کچھ دور نہیں  
 اہل عرفاں میں عجب چیز ہے ٹوٹا ہوا دل  
 کتلبے قدر یہ شیشہ ہے اگر چور نہیں  
 اُس طرف لیکے چلی حسرت دیدار مجھے  
 کہ جہاں آنکھ اٹھانے کا بھی دستور نہیں  
 دیکھ لو بند کفن کھول کے تم ایک نظر  
 اب نہ شرماد کہ آنکھوں میں مری نور نہیں

ہو چلی نزع میں اے جوش لبوں کو جنبش

دو دنوں عالم میں تلاطم ہو تو کچھ دور نہیں

عمارت پر نہ جا، کچھ بھی نہیں شاہوں کی محفل میں

محبت کا خزانہ ہے مرے ٹوٹے ہوئے دل میں

جب آنکھیں بند کرتا ہوں جھلکتا ہے مرے دل میں

وہ پر تو جو سوتا ہی نہیں ہے چشمِ باطل میں

کبھی جن کا بستم روح کو بیدار کرتا تھا

پہونچ کر عالم وحدت میں دل سے کام لیتے ہیں  
 برس جاتے ہیں موتی برق سی اک کوند جاتی ہے  
 کوئی اس کوششِ اخفائے راز عشق کی حد بھی  
 یسین کریم نے میخانہ میں اپنا نام لکھوایا  
 سحرک پاندمیرے سامنے رکھتا ہے عکس آنکا  
 نہیں معلوم کیا کھوئی ہوئی شے یاد آتی ہے

قریب رگبزر تربت کا ہونا بھی قیامت ہے

ادھرے جو گزرتے ہیں تمہارا نام لیتے ہیں

بے سبب میں طلب دوست پر غور نہیں  
 رسمِ الفت کا اب اس عہد میں دستور نہیں  
 جبکہ مدت سے یہی پیشہ آبا ہے تو بسم  
 حسرت وصل ہے اور داغ نہیں سینے میں!  
 کاروبار اپنی محبت کا وہاں ہے کہ جہاں  
 اب کھلا رازِ در دوست پر سجدہ کر کے  
 داغ ہستی کو بہر طور مٹا ہی دیں گے

جب آدمی ات آجاتی ہے اُن کا نام لیتے ہیں  
 کچھ اس انداز سے وہ مسکرا کر جام لیتے ہیں  
 کہ خلوت میں بھی آہستہ کسی کا نام لیتے ہیں  
 جو میکش لڑکھڑاتا ہے دو بازو تمام لیتے ہیں  
 ستارے شب کو میرے ساتھ اُن کا نام لیتے ہیں  
 ہوا جب سر چلتی ہے کلیجہ تمام لیتے ہیں

دل میں کیا لگنا و نہیں؟ آنکھ میں ناسور نہیں  
 تم یہ کہتے ہو تو حجبِ ناہیں منظور نہیں  
 صاحبِ سیف و قلم ہوں تو کوئی دور نہیں  
 خواہشِ دید ہے اور آنکھ میں ناسور نہیں  
 قیمتِ جنسِ سر و مایہ منظور نہیں  
 آسمانوں کی بلندی تو کوئی دور نہیں!  
 اپنے دامن پر یہ وجہ ہمیں منظور نہیں

واللہ کہ وہ انسان نہیں، اس راز سے جو محرم نہ ہوا

جب سے نگاہیں تم سے لڑائیں، عیش گیا آرام گیا

کس صبح کو آہ سرد نہ بکھینچی، کونسی شب ماتم نہ ہوا

راحت کا جہاں میں نام نہیں، ایذا کے سوا آرام نہیں

جس روز سے دل نے یہ سمجھا، اُس روز سے کوئی غم نہ ہوا

گھر بھر میں کسی کا پر تو تھا، قذیلِ تصور روشن تھی

کیا وجد کے قابل تھا یہ سماں کل رات کو تو ہم نہ ہوا

ساری دنیا ہے ایک پردۂ راز      اُف رے تیرے حجاب کے انداز

موت کو اہلِ دل سمجھتے ہیں      زندگانی عشق کا آغاز

مر کے پایا شہید کا رتبہ      میری اس زندگی کی عمر و راز

کوئی آیا، تری جھلک دیکھی      کوئی بولا، سنی تری آواز

ہم سے کیا پوچھتے ہو ہم کیا ہیں؟      "اک بیاباں میں گم شدہ آواز"

تیرے انوار سے لبالب ہے      دل کا سب سے عمیق گوشہ راز

آ رہی ہے عدائے با تَفْ غیب

جوشِ ہمتائے حافظِ شیراز



جب فضائے قدس میں چشم اُڑا تقدیر کا  
وجد کے قابل تھا راہِ سعی میں میرا ثبات  
کہتے ہیں جس کو "مُسرت" اک خیالی چیز ہے  
طے کئے بیٹھا ہوں کب سے تشراری کی حدیں  
وائے قسمت! دل بھرا آیا ہونٹ تھرانے لگے  
کچھ سمجھ کر میں جھکا اپنی پرستش کے لئے  
ہوتی جاتی ہیں ادھر بے نور آنکھیں نزع میں  
دیدہ گریاں میں غلطاں ہے تر عکسِ جمال

عقل سجدی میں گری، سر جھک گیا تدبیر کا  
دل نہ دھڑکا، گو قدم کا پنا کیا تدبیر کا  
سو گھٹتا ہے کیا اسے یہ پھول ہے تصویر کا  
مرتبہ پوچھے کوئی مجھ سے مری تقصیر کا  
ہو چلا تھا کچھ اثر اُن پر مری تسریر کا  
جاہلوں نے مجھ پر فتویٰ دیدیا تکفیر کا  
اُٹھتا جاتا ہے ادھر پر وہ تری تصویر کا  
میرا انسو ہے کہ "شیشہ" ہے تری تصویر کا

اہلِ عالم کو مبارک جو نش فانی عز و جاہ  
فخر کافی ہے مجھے ہمنامی شبِ بَیْر کا  
ہم نے نکالیں سیکڑوں راہیں کچھ بھی سکونِ غم نہ ہوا  
جان کو کچھ آرام نہ پہونچا، دل کا دھڑکنا کم نہ ہوا  
کیا نزع کی تکلیفوں میں مزا، جب موت نہ آئے جوانی میں  
کیا لطف جنازہ اُٹھنے کا ہر گام پہ چیب ماتم نہ ہوا  
اشکوں کے نکلنے میں ہے تسلی، دل کے تر پنے میں ہے مزا

رموزِ معرفت کو ”معنی بے لفظ“ کہتے ہیں  
 انہیں اسکی تنہا شرح سن لوں سوزِ باطن کی  
 جو ہر جنبش کے پیچھے اک سکوں محسوس کرتا ہو  
 جسے جس ہو گیا ”یعقل اک طوقِ غلامی ہے“  
 یہ وہ باتیں ہیں جن کو ناطقہ پا ہی نہیں سکتا  
 مجھے اسکی شیمانی کہ ”سمجھا ہی نہیں سکتا“  
 کبھی وہ مضطرب دل سے گھبرا ہی نہیں سکتا  
 قیامت تک کبھی وہ ہوش میں آ ہی نہیں سکتا

عقائد نے مے دی اس کو آزادی جفا و نمکی

سمجھ رکھا ہے اُس نے زہر پر کھا ہی نہیں سکتا

گدازِ دل سے باطن کا تجلی زار ہو جانا  
 نویدِ عیش سے اے دل ذرا ہشیار ہو جانا  
 وہ اُن کے دل میں شوقِ غور و نمائی کا خیال آنا  
 مزاجِ حُسن کو اب بھی نہ سمجھو تو قیامت ہے  
 سحر کا اُس طرف انگریزی لینا دلفریبی سے  
 تو سِل سے ترے دل میں بھربو نگاہیں برقی  
 وہ آرائش میں سب قوت کسی کا صرف کردینا  
 معاذ اللہ اب یہ رنگ بے دنیا کی محفل کا  
 رگس سے خون سارا زہر نکلیں پوٹ نکلے گا  
 محبت اصل میں ہے روح کا بیدار ہو جانا  
 کسی تازہ مصیبت کے لئے تیار ہو جانا  
 وہ ہر شے کا بسم کے لئے تیار ہو جانا  
 ہمارا اور وفا کے نام سے سیرا ہو جانا  
 ادھر شاعر کے محسوسات کا بیدار ہو جانا  
 ذرا میری طرف بھی اے نگاہِ یار ہو جانا  
 تحمل میں وہ ہر کوشش مری بیکار ہو جانا  
 خدا کا نام لینا اور ذلیل و خوار ہو جانا  
 ذرا اے جوشِ غلبہ شوق سے ہزار ہو جانا

## نالہِ سحر

پچھلا پہر ہے غرقِ راز و نیسا نہ ہو جا  
 دل بچھ رہا ہے اب تو خلوتِ بندے ہیں در آ  
 رگِ رگ میں سوز دوڑا، سینے کو مشتعل کر  
 اشکوں میں رہنے والے آنکھوں کے سامنے آ  
 یوں مسکرا کہ گم ہو صبحِ انزل کا جلوہ  
 کیفِ شفتگی دے افسردہ خاطرِ سحر کو  
 مخمور کر فضا کو، بے حس مجھے بنا دے  
 مشعل کی آرزو ہے تاریک خانہاں میں  
 مدت سے مضطرب ہے میری نیاز مندی  
 اے جوشِ کھول آنکھیں وہ کوئی آ رہا ہے  
 ذروں پہ سر جھکا دے غرقِ گداز ہو جا!  
 تجھے اس سے زیادہ کوئی سمجھا ہی نہیں سکتا  
 مرادِ عزتِ فانی پہ اترا ہی نہیں سکتا  
 "خدا وہ ہے جو حدِ عقل میں آہی نہیں سکتا  
 ترے دھوکے میں اے دُنیا کبھی آہی نہیں سکتا



غزلیت



## حقیقتِ حال

ازل کے روز تری شکل جب بنائی تھی      بنانے والے کو اتنی پسند آئی تھی  
 کہ دیر تک تجھے دیکھا کیا تما حیرت سے      نظر بھائی تھی رخسار پر محبت سے  
 نظر نے اپنا کیسا کام ایک مرکز پر      یہ نشان بنایا نگاہ نے جسم کر  
 خبر بھی ہے تجھے؟ یہ سوزشِ بزاں ہے وہی      سمجھ رہا ہے جسے "غال" یہ نشان ہے وہی

## حُسنِ مجازی

ذریعہ ہے دماغوں کیلئے نازک خیالی کا      مجازی حُسنِ اک بار یک سا پڑہ ہے جالی کا  
 نظر کو طالبِ دیدار کی جو صفات کرتا ہے      اور آنا چھانتا ہے اس قدر شفاف کرتا ہے  
 کہ آجاتا ہے آنا نورِ انسان کی ایما میں      نگہ لہزش نہیں کرتی ہے پھر نرمِ خفیتِ بہر  
 زوہیں غمت رہتا ہے نہ انکھیں جھپکتی ہیں      یہ آسانی نگاہیں رتے جاناں دیکھ سکتی ہیں  
 جہاں تک ہو سکے حُسنِ مجازی پر نظر ڈالو      اور اُس کے نور سے اپنی نگاہیں صاف کر ڈالو

## رعشہ پیری

نگہ بے نور ہو کر رات کا منظر دکھاتی ہے      تنفس آہ بھرتا ہے قضا لوری سُناتی ہے  
 ضعیفی کا یہ رعشہ جس کو جنبش میں ہیں سب اعضا      یہ ہے وصل کیا کہ چھقل میں یہ بات آتی ہے  
 یہ ہے اک پالنا ڈوری ہلاتی ہیں رگیں جس کی  
 یہ اک جھولا ہے جس میں زندگی کو نیند آتی ہے

## عبادت

عبادت کرتے ہیں جو لوگ جنت کی تمنائیں      عبادت تو نہیں ہے اک طرح کی وہ تجارت ہے  
 جو ڈر کر نار و دوزخ سے خدا کا نام لیتے ہیں      عبادت کیا وہ خالی بزدلانہ ایک خدمت ہے  
 مگر حبیبِ کرمِ حق میں جس میں جھکتی ہے بندے کی  
 وہ سچی بندگی ہے اک شرفِ فیانہ اطاعت ہے



انداز دلنشیں سے لبسِ عشوۂ وادا  
بہتر نشانہ باز وہی ہے جو سوچ کر

یسا کی طرح پردہ محفل میں بٹھ جائے  
ایسی درست بات کہے دل میں بٹھ جائے

دشوار ہے اس بزم میں حبِ سنا میرا  
کچھ آج وہ کثرت ہے حسینوں کی یہاں

گرداب میں آیا ہے سفینا میرا  
ہے چو بہ قصّاب پہ سینا میرا

رات کی خاموشی میں تیرا خیال  
برق سے بھی ہے بڑھ کے کچھ شفاف

دافعِ غم ہے، وجہ تسکین ہے  
خواب سے بھی زیادہ شیریں ہے

غور کر نیند کی فراغت سے  
”زندگی کیا ہے؟ دھوپ آتش ریز“

موت کتنی بلند پایہ ہے  
”سانس“ کیا ہے؟ دھوپ کا سایہ ہے

خامکاروں کو حُسنِ دنیا کا  
کیا کہوں کس طرح جوانی میں

ایک عشوہ میں پچانس لیتا ہے  
دلِ امنگوں کی سانس لیتا ہے

مجھ کو دیکھا ہے مصیبت میں تو اب آتے نہیں  
جن کے دھمکے تھے بہادری کے پسینے پر لہو  
اپنے وعدوں سے ستم ایجا دھرماتے نہیں  
خون پر میرے پسینہ بھی وہ ٹپکاتے نہیں

ہم کہیں گے کبھی نہ اس کو غریب  
اصل میں وہ غریب ہے جس کا  
جس کو ملتی ہو اک حقیر قسم  
”خرچ“ زائد ہو اور آمد کم

وصل اور ہجر میں نہیں کوئی فرق  
اور تو وصل پر جو مرتا ہے  
”ہجر کیا شے ہے؟“ اگر عذاب شدید  
”وصل“ بھی ہے ”فراق کی تمہید“

## نزع

آتی ہیں ٹھہر ٹھہر کے سانسیں  
منزل ہے قریب خوف غالب  
اب موت سے لو لگا رہا ہوں  
رک رک کے قدم اٹھا رہا ہوں

بیوجہ نہیں ہے یہ پھٹر کٹنا دل کا  
ہاں زیست کا قفل تو روینے کے لئے  
یوں آگ کے مانند بھڑکنا دل کا  
”ضرباتِ مسلسل ہیں“ دھڑکنے کا

زندگی کیا لذت عصیاں کی ناداں غور کر  
دیکھتے ہی دیکھتے لذت فنا ہو جائے گی  
کوئی تجربہ سا ذلیل و خوار نہیں  
بدگماں تجربہ کو سارے عالم میں  
برق رو دھالے پہ اک تنہا ہے جو بہ جائے گا  
اور عذاب اُس کا ہمیشہ کے لئے رہ جائے گا  
کوئی تیرا رفیق و یار نہیں  
ایک پہنچی تو اعتبار نہیں

---

بیزار ہے ایمان و فاسے حاسد  
بندوں ہی سے کچھ اسکو نہیں ہے نفرت  
نافر ہے رہ و رسم صفا سے حاسد  
ناراض ہے لفظِ حسد اُسے حاسد

دنیا میں کسی پر نہ قسم دی کرنا  
اک روز خدا کو منہ دکھانا ہے ضرور  
دل جس سے دیکھے بات نہ ایسی کرنا  
بندے! کہی بن پڑے تو نیکی کرنا

دیکھا دنیا کے کارخانے کو  
ہم زمانے کو کیا کہیں ابتر  
مکر کو، زور کو، بہانے کو  
ہم ہی بدتریلے زمانے کو

زندگی کہتی ہے غافل! میں فنا کا باب ہوں  
عاقبت سے دور رکھتی ہوں! اہمیت سے قریب

چھڑتے ہیں سازِ غم جس سے مضراب ہوں  
منتشر بادل کا سایہ ہوں! پریشاں خم اب ہوں

باتوں میں عقل و فہم کا آتما نہیں ہے نام  
سب سے زیادہ تھکتا ہے اُس وقت ”عقل مند“

تقریر میں دلیل سے رہتا نہیں ہے کام  
جس وقت بیوقوف سے ہوتا ہے ہم کلام

ڈرو دنیا سے بے شرمی یہ یہ مجبور کرتی ہے  
امیدوں کو نیا کرتی ہے! کہنہ جسمِ انساں کو

خرد کے آئینہ کو دوست بن کر چور کرتی ہے  
فنا کے پاس لاتی ہے! خدا سے دور کرتی ہے

دل کا ایمان کے خورشید سے مشرق ہونا  
”راستگونی“ کی ہے دراصل یہ جامع تعریف

قوتِ عقل کا فطرت کے موافق ہونا  
نطق کا وضعِ الہی کے مطابق ہونا

اک و با ہے عالمِ اخلاق میں اُس کا وجود  
اُس کینے سے مندر کر بھاگ اُس منجوس سے

تجدد میں اک ذرہ بھی عنایت ہو تو اُس ظالم سے ڈر  
خرچ کر ڈالے جو عزت! اور بچالے مالِ دُزر

## محسوسات

تاریک رات اپنی سیاہی میں جس طرح  
یونہیں ترے خیال میں مٹیٹھا ہوا ہوں میں  
بے التجائے نور کو نہیساں کئے ہوئے  
آنکھوں کو بند دل کو فروزاں کئے ہوئے

پہیائے تڑپنا ہے گھٹائیں پی کہاں کہہ کر  
تلاش تربت عاشق میں کوئی نازیں جیسے  
ہماری رُوح سوزِ عشق سے اس طرح علیٰ ہر  
بلا کی دھوپ میں پتھر پہ ننگے پاؤں چلتی ہے

بھری برسات میں جس طور سے بجتی چمکتے ہی  
یونہیں خاموش اور ٹھہرے ہوئے سینے کی خلوت میں  
یکایک رات کی گہری سیاہی کا نپ جاتی ہے  
تڑپ جاتا ہے دل جس وقت تیری یاد آتی ہے

اندھیرا کرنے والے دن کو سادے کی سیہ بادل  
یونہیں دوشیزگی کے جوش سے اے فتنہ محشر  
سمندر کی طرح لبریز ہیں جس طرح پانی سے  
تری آنکھیں جھلکتی ہیں شرابِ ارغوانی سے!



محسوسات

حقیقی جنگو تو سمجھا ہے، وہ معنی مسرت کے غلط ہیں، کاش تو سمجھے یہ ہے رازِ فطر کے

نہ ایوانوں میں شاہوں کے نہ زرداروں کی محفل میں

مسرت کا خزانہ ہے مے ٹوٹے ہوئے دل میں

سن کے غافل کہ غم ہی میں خوشی کا راز ہے پنہاں شکستہ سیانہوں میں جھلکتی ہے مے عرفاں

جسے گھیرا ہر صدموں نے وہی انسان ہے انساں درِ رحمت دلِ بتیاب ہے اور ویدہ گریاں

ترپ لے دل ترپنے ہی سے باطن جگمگاتا ہے

ستارے کا نپتے رہتے ہیں شعلہ تھکھڑاتا ہے

جسے تو غم سمجھتا ہے، خزانہ ہے مسرت کا جسے تو چشمِ تر کہتا ہے، سرشت ہے رحمت کا

ہر آہ سرد جھونکا ہے نسیمِ باغِ راحت کا ہر آنسو آئینہ ہے اصل میں تصویرِ جنت کا

یہ نو حے سوئیں گے اک روز آغوشِ نرم میں

یہ آنسو عذاب ہو جائیگے حوریں کے تبسم میں

بنا اپنے دلِ بتیاب کو اک سوز کی دنیا مثالِ جوشِ آنکھوں سے یہاں شکوں کا اک دریا

مصائب میں غمشی، لودھو، ٹدھ اگر بے عاقل وانا ڈبو دے دل کو غم کے بحر میں اور اس قدر گہرا

کہ جب بوتل پر پائے کچنچ کے دمِ شکلاستانی کو

حیاتِ دائمی کی لہر دوڑے پیشوا فی کو!!



# فلسفہ مسرت

نہ سنس بول مجھ پر المنعم کہ یہ بے یار و ناصر ہے  
خوشی اسکو کہاں حاصل کہ دنیا اس کے نافر ہے  
سن اے نادان مری باتیں کہ ہر فقرہ جواہر ہے  
سبق باطن سے لے کیوں کشتہ اسباب ظاہر ہے

جو نہ ہیں ڈوب جاتا ہے وہی آخر ابھرتا ہے

تجھے معنی سے کیا مطلب کہ تو صورت پہ مڑتا ہے

یہ مانا میں گدا مضبوط تو انعامِ دنیا سے  
تری محفلِ گلستانِ کام مجھ کو کوہِ و صحرا سے  
موافق ہے مزاجِ دہر تیری بہتر سے  
مجھے اک بوند بھی ممکن نہیں ثروت کے دریائے

بظاہر تو بہت بنشاش میں غمگین و مضطر ہوں

مگر با ایں ہمہ دیکھا تو میں ہی تجھ سے بہتر ہوں

خوشی کی جستجو ہے بجو ساز و برگِ ثروت میں  
خوشی کو تو سمجھتا ہے کہ پوشیدہ ہے دولت میں  
خوشی کا جوش ہوتا ہے ترے نزدیکِ احت میں  
مٹھوسِ اجوہرِ عرفان نہیں تیری طبیعت میں

رُخِ مہرِ درخشاں میں نہ میں سکراتی ہے

خوشی بہتے ہوئے اشکوں کی نہ میں سکراتی ہے

یہ باتیں کامرانی کی یہ جلسے عیش و عشرت کے  
نگاہِ اہلِ دل کیواسطے سماں ہیں عبرت کے

## ہمارے سیر

لوگ ہنستے ہیں، چہچہاتے ہیں  
شام کو سیر سے جب آتے ہیں  
یہ پ کی روشنی میں یاروں کو  
داستانیں نئی سناتے ہیں

ہم پلٹتے ہیں جب گلستاں سے  
آہ بھرتے ہیں، تھر تھراتے ہیں  
میز پر سے پھینک کر ٹوپی  
ایک کرسی پہ لیٹ جاتے ہیں

آپ سمجھے یہ ماجرا کیسا ہے؟  
سُنیئے ہم آپ کو سناتے ہیں  
وہ لگاتے ہیں صرف چکر ہی  
ہم مناظر سے دل لگاتے ہیں  
وہ نظر ڈالتے ہیں لہروں پر  
اور ہم تر ہیں ڈوب جاتے ہیں  
گھر پلٹتے ہیں وہ ”ہوا“ کھا کر  
اور ہم زخم ”کھا کے“ آتے ہیں

سمجھتے ہیں نہ سحر سامری ہی کی حقیقت کچھ  
 نر و بر جذب و کشش شد کامل سے ٹٹے رہیں  
 ہم اس رنگیں رنوں پر نہ لائے دل و ٹٹے رہیں  
 بہت ہیں جو لرز جاتے ہیں ٹٹوں کے اتھوڑے  
 بہت ہیں جو خیال دہری سائل سے ٹٹے رہیں  
 ہم اس رنگیں رنوں پر نہ لائے دل سے ٹٹے رہیں

(۵)

حیران ہیں نہایت آخر یہ خبط کیا ہے ؟  
 کس دنیا میں ہے بندے ! ہر سانس میں خدا ہے  
 تجھ کو طلب ہے جس کی دونوں ہیں اس سے خالی  
 دروازہ کھول دل کا دیر و حرم میں کیا ہے  
 کس دنیا میں ہے بندے ! ہر سانس میں خدا ہے  
 کرتا ہے جیہ سانی کیوں قبروں میں غافل  
 تو دل کی زندگی کو مردوں سے مانگتا ہے  
 کس دنیا میں ہے بندے ! ہر سانس میں خدا ہے  
 دل ہے تو سب کہیں ہے ورنہ کہیں نہیں ہے  
 کیا خوب قول تیرا ہے جوش بے نوا ہے  
 کس دنیا میں ہے بندے ! ہر سانس میں خدا ہے

چمک کر کبھی شاخ پر چھپاؤ      اچھل کر کبھی نہر پر گنگناؤ

یونہی پیاری چڑیو! ابھی اور گناؤ

کبھی برگِ تازہ کو منہ میں دباؤ      کبھی کنج میں مٹھیکر پھر پھڑپھاؤ

کبھی گھاس پر لوٹکر دل لجھاؤ      کبھی جا کے سیلوں کو جھوٹا بناؤ

یونہی پیاری چڑیو! ابھی اور گناؤ

نہیں جاگتی روح میری جگاؤ      میں غفلت میں ہوں دل پہ چر کے لگاؤ

کوئی سردی ساز کی گت بجاؤ      مجھے اپنے نغموں کے معنی بتاؤ

یونہی پیاری چڑیو! ابھی اور گناؤ

میں بتیاب ہوں مجھ کو جلوہ دکھاؤ      میں گمراہ ہوں مجھ کو رستہ بتاؤ

نہ جھجک و نہ سمٹو نہ کچھ خوف کھاؤ      مرے پاس آؤ، مرے پاس آؤ

یونہی پیاری چڑیو! ابھی اور گناؤ

(۴)

باؤں سے نہ دنیا کی کسی مشکل سے ڈرتے ہیں      نہ موجِ خوں، نہ جو رنجِ قاتل سے ڈرتے ہیں

ہم اس رنگیں خوں پر نہ والے دل سے ڈرتے ہیں

بلاؤں سے ڈرنا نہ آفت سے ڈرنا      نہ غم سے نہ درِ مصیبت سے ڈرنا  
نہ تکلیف سے اور نہ محنت سے ڈرنا      نہ دوزخ نہ شورِ قیامت سے ڈرنا

جو ڈرنا تو داغِ محبت سے ڈرنا

نہ بیرحم اربابِ ثروت سے ڈرنا      نہ بیدرد اہلِ قرابت سے ڈرنا  
نہ ذکرِ تباہی و وحشت سے ڈرنا      نہ فکرِ حسرتِ ابیِ صحت سے ڈرنا

جو ڈرنا تو داغِ محبت سے ڈرنا

(۳)

مرے قلب کو زندگی و حیاتِ بلاؤ      حقیقت کی محفل سے پرودہ اٹھاؤ  
میں قطرہ ہوں مجھ کو سمندر بناؤ      کچھ اس طرح تا دیرِ نغمے سناؤ

یونہی پیاری چڑیو! ابھی اور گلاؤ

مہکتے ہوئے پھول کے پاس آؤ      لچکتی ہوئی شاخ پر بیٹھ جاؤ  
ہوا میں کبھی اڑ کے بازو دہلاؤ      کبھی صاف چشمہ میں غوطہ لگاؤ

یونہی پیاری چڑیو! ابھی اور گلاؤ

پھدک کر ادھر سے ادھر دوڑ جاؤ      چپک کر ادھر سے ادھر پر ہلاؤ

پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا

اس ظلمِ حیرت و نیزنگ کی جانتا ہوں ابتدا و انتہا

پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا

واہ کیا سماں ہیں میرے واسطے خشک سالی، جنگ، محکومی، وبا

پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا

مٹتے دیکھیں آرزوئیں بے شمار ٹوٹتے دیکھے ارادے بار بار

پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا

جل اُٹھی شمع تمنائے یزید گل ہوا فالو س بزم کربلا

پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا

”اب بھی چونک اے جوش گہری نیند“ شب کے سنائے میں آتی ہے صدا

پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا

(۲)

نہ اہل خرد کی ملامت سے ڈرنا نہ اہل جہاں کی شرارت سے ڈرنا

نہ دنیا کی فانی حکومت سے ڈرنا نہ طاقت نہ قوت نہ جہشت سے ڈرنا

جو ڈرنا تو داغِ محبت سے ڈرنا

ذرہ ذرہ سے عیاں بنے انقلاب  
 لمحہ لمحہ پر بدلتی ہے ہوا  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 دہ گئے کیا کیا خزانے خاک میں  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 اٹھ گئے ایک ایک کر کے دہرے  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 چاند کے ٹکڑے جنہیں کہتے تھے دُک  
 جاگنا سیکھا تھا جن سے روح نے  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 اُن کو رکھا ہے اندھیری قبر میں  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 صبح کو تھا نغمہ ساز و سرود  
 خود بخود اُٹھتی ہے دل میں ہرکسی  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 صبح کو چلتی ہے جب ٹھنڈی ہوا

# پانچ نغمے

(۱)

صبح کے پرتو میں ہے جلوہ ترا      رات کو تاروں میں ہے تیری ضیاء  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 قابلِ عبرت ہے دنیا کا مقام      تخت اگر ہے آج تو کل بوریاء  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 دیدنی ہے مقبروں کی خواہ گاہ      ایک ہی بستر پہ ہیں شاہ و گدا  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 غنچہ شاداب صحنِ باغ میں      مسکراتے ہی پریشاں ہو گیا  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 بیٹھے دیکھے حبابِ آسا جہاز      ڈوبتے دیکھے سفینے بارہا  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا  
 زندگی نے سیکڑوں سماں کئے      موت نے آکر پشیمان کر دیا  
 پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا



گہرا سکوت شب کا آہوں میں برہا ہے  
تاروں سے بکسی میں اس طرح کہہ رہا ہے

اے خوشنما ستارو! شمعیں جلانے والو  
آرائش جہاں کی خاطر سونے والو  
اک بات میری مانو صدقے میں اس ضیا کے  
جب آسماں پہ کچھ کچھ رنگین دھاریاں مہل  
لیٹے ہوئے تڑپ ہیں دیوار و در کھڑے ہوں  
کچھ نور کچھ سیاہی جس وقت مل رہے ہوں  
ہلکا سا اک گلابی پر تو ہو جب فضا میں  
گردوں پہ سادگی سے اے جگمگانے والو  
ہاں صوتِ سردی پر اے قہر کرنے والو  
جب گاشنوں میں جھونکے چلنے لگیں ہوا کے  
جب بادلوں کے ٹکڑے زرتار و زرفشاں میں  
ہلکی سی چاندنی کے ہیرے جڑے ہوئے ہوں  
فردوس کی ہوا سے جب پھول کھل رہے ہوں  
سبزے پہ لہر دوڑے خنکی ہو جب ہوا میں

جس وقت ”صبحِ صاوق“ مشرق سے جگمگائے

جیسے ہی آج تم میں ”حسنِ ازل“ سمائے!

کہنا کہ ایک بندہ مدت سے رو رہا ہے  
رونے کا چشمِ تر سے گویا معاہدہ ہے  
ہم کانپتے ہیں کچھ یوں شب بھر کر اہتا ہے  
جب صبح کا ستارہ ذروں کو جگمگا دے  
رو رو کے بکسی میں جان اپنی کھو رہا ہے  
معبود! یہ ہمارا عینِ مشاہدہ ہے  
اور تجھ سے صرت اتنا لے دست چاہتا ہے  
تو اک ذرا نکل کر دے سے مسکرا دے!

## برقِ عرفان

خاموش رات اپنا سکہ جما چکی ہے  
پیشانیِ فلک پر تارے جھلک رہے ہیں  
خاموش ہیں ہوائیں فترے جھے ہوئے ہیں  
پتوں کے عارضوں پر باغونہیں اک نمی ہے  
خاموشیوں میں سن سن "آواز آرہی ہے  
وہ غل نہ اب جہاں میں شور و شر رہا ہے

زلعت سیہ کمر تک لہرا کے آچسکی ہے  
تیکوں پہ ہوشوں کے عارض چمک رہے ہیں  
شاخیں جھکی ہوئی ہیں دریا تھمے ہوئے ہیں  
شبِ نیم کے موتیوں کی سبزہ پہ شبنمی ہے  
لیلائے شب پھر ریا شاید اڑا رہی ہے  
گویا تمام عالم کچھ غور کر رہا ہے

ہستی کا ذرہ ذرہ بجیس ہے سو رہا ہے

لیکن کنول جلائے اک شخص سو رہا ہے

پیہم ٹپک رہی ہے اک تشنگی نظر سے  
لکھیں سداک یہی ہیں لوہے رہے ہیں آنسو  
عذباتِ بنجودی کی ندی اُبل رہی ہے  
آنکھیں تباہی میں صدمے بٹے ہوئے ہیں

ویدار کی تمنا ظاہر ہے چشمِ تر سے  
سوزِ دل و جگر سے دوزخ ہیں دونوں پہلو  
تخیل کی سنہری قندیل جل رہی ہے  
ناکام زندگی کے حلقے پڑے ہوئے ہیں

## سُراغِ راہرو

جہاں زمیں پر رگڑ کا نشان ہویدا ہے  
 نشانِ ہلالِ نماراہ میں بتاتے ہیں  
 غبارِ راہ نشانِ بے کسی تک و پو کا  
 پٹک کے جھارڈیوں سے خون یہ بتاتا ہے  
 صنم تراش نہو تو صنم نہیں بنتا  
 یونہی یہ راہ کہ ہے جس کا نام کا بکشاں  
 یونہی یہ گروہِ سر راہ خوشنما تارے  
 دیل اکی بے سانپ اسٹن سے گزبا ہے  
 کہ متوڑی دور پہ آگے سوار جاتے ہیں  
 یقین ہوتا ہے نقشِ قدم سے رہرو کا  
 کہ زخم کھانکے ادھر سے شرکا۔ بھاگا ہے  
 قدیم نہو تو نشانِ قدم نہیں بنتا  
 یونہی نقشِ قدم ماہ و نیتِ تاباں  
 رواں ہیں جتنی جبینوں سے سخن کے دھارے  
 نہیں کا نور ہیں اور آسماں کی زینت ہیں  
 کسی کی مشوخی رفتار کی علامت ہیں !!

خشک ہیں آنکھیں، جنہیں تنگ سینے سرو ہیں  
 آدھ کی اور دل مُند آیا "یہ ہوتا ہی نہیں  
 پھول داغوں سے کھلے تھے جس دلِ سرشار میں  
 آنسوؤں سے نم جو رہتا تھا وہ داماں جل گیا  
 رُوح میں بالیدگی کی قوتیں معدوم ہیں  
 بیسج و غم سے بہنے والا دل کا دور یا خشک ہے  
 خون ہے دل میں، مگر پہلی سی طغیانی نہیں  
 اب نہ وہ دھکتے ہوئے دل ہیں، پہرے زرد ہیں  
 ڈوب کر ذوقِ فنا میں کوئی روتا ہی نہیں  
 خاک اب مدت سے اڑتی ہے اُسی گلزار میں  
 اہلہا تا تھا جو سینے میں گلستاں، جل گیا  
 دو فوں نہ نکھیں آنسوؤں کے نفیس سے محروم ہیں  
 وہ بھری برسات یعنی چٹم بنیا خشک ہے  
 ابر ہے، باد مخالف سے مگر پانی نہیں

جب یہ عالم ہے تو بارش کی شکایت کس لئے

بے محل یہ حسرتِ بارانِ حرمت کس لئے

اک مجسم خشک سالی خود ہماری ذات ہے  
 خند ہماری ہستیوں کی "ابر ہے برسات ہے"

رحمتوں سے جوش میں آئینکی خواہش کیا کریں!

خود سرا پا قحط ہیں امیدِ بارش کیا کریں!

# خشک سالی

دیہ نظم ۱۹۱۰ء کی خشک سالی پر لکھی گئی تھی،

اے دلِ افسردہ وہ اسرارِ باطن کیا ہوئے؟  
 آنسوؤں کی وہ جھڑی، وہ غم کا سماں کیا ہوا؟  
 کیا ہوئی بالائے سروہ لطفِ بڑواں کی گھٹا  
 اب وہ نالوں کی گرج ہے اب وہ شورِ فغاں  
 اپنے افعالِ سیہ پر اب پشیمانی نہیں  
 درد کی ہڈت سے اب دل میں چمکتی نہیں  
 نوکرِ مولیٰ سے لبوں پر اب وہ نرمی ہی نہیں  
 اب شرارے سوزِ غم کے دل میں رہتے ہی نہیں  
 معرفتِ دل میں، نہ اب وہ لوح میں احساس ہے  
 اب نہ وہ آنکھوں میں اشکِ غصہ نہ وہ ولیمیں گدا  
 سوز کی راتیں کہاں ہیں ساز کے دن کیا ہوئے؟  
 تیرا سادون کا مہینہ چشمِ گریاں کیا ہوا؟  
 آسمانِ دل پہ وہ گنگھور عرفاں کی گھٹا  
 اب نہ اٹھتا ہے کلیجے سے محبت کا دھواں  
 اب پسینے کے ستارے زیبِ پیشانی نہیں  
 وہ تپک چھا لوئی، کوندے کی لپک ہوتی نہیں  
 بھاپ سینے سے اٹھے کیا دل میں گرمی ہی نہیں  
 اشک اب بچھے پہرہ نکھوں سے بہتے ہی نہیں  
 لوگ کہتے ہیں کہ ہے، لیکن ہمیں فہمِ یاس ہے  
 اب نہ وہ شامِ تمنا ہے نہ وہ صبحِ نیاز

دولت ہی کوئی اصل میں شے ہے نہ خزانہ دھوکا ہے یہ دھوکا ہے بہانہ ہے بہانہ

واللہ کہ تو حرص کے سانچے میں ڈھلا ہے

حق چھوڑ کے باطل کی پرستش کو چلا ہے

دنیا جسے کہتے ہیں کثافت کا ہے انبار خنزیر کی ہڈی سے بھی کچھ بڑھکے ہے مردار

ناپاک ہے بد اصل ہے کم ظرف ہے بدکار مردارِ شکم اس کا تو نشت اسکی ہے بیمار

مبروس کے داغوں سے عفونت میں سوا ہے

ذلت کا یہ لقمہ ہے سگوں کی یہ غذا ہے!

تو فخر سے کہتا ہے جسے "عیش و تنعم" وہ خواب کی جبت ہے وہ فردوس تو ہستم

نالے ہی کی روداد ہیں نغمہ کہ ترنم ہے مہرِ فغاں روشنی ماہِ تبسم!

تو جس کو سمجھتا ہے کہ فردوس بریں ہے

دھندلی سی مسرت کا وہ سایہ بھی نہیں ہے!

جاگو بر غریباں پلٹو رڈال بر عبرت کھل جائیگی تجھ پر تری دنیا کی حقیقت

عبرت کے لئے ڈھونڈ کھشی شاہ کی تربت اور پوچھ "کہہ رہے وہ تری شانِ حکومت

کل تجھ میں بھرا تھا جو غور آج کہاں ہے؟

اے کاسہ سر بل! ترا تاج کہاں ہے؟

## ”دُنیا“

دُنیا ہے دنی خاک ہے دُنیا کا زرو مال      تدلیں کی بنیا وہیں حشمت و اجلال  
اوبار کوئی سچیں ربے واصل نہ اقبال      وہ سر بھی کوئی سر ہے جو ہونیکو ہے پامال

بیدار ہیں دل جن کے وہ دُنیا سے خفا ہیں

جو بچول کے طالب ہیں دُنیا کو ٹول سے جد ہیں

تکلیف کے اسباب کو راحت نہیں کہتے      جو چند نفس ہو اُسے لذت نہیں کہتے  
دینا پسند ماتم کو مسرت نہیں کہتے      جس شے کو فنا ہو اُسے نعمت نہیں کہتے

آرام کی خواہش نہ کر و قوت زر سے

لبریز کر رُوح کو اللہ کے دُر سے

غدار زمانے کی لگاؤ سے خبر نہ اڑا      آگاہ ہو، آگاہ ہو! ہیشیار ہو ہیشیار!

جھوٹی یہ امیدیں ہیں پریشاں ہیں یہ افکار      کس نشے میں بدست ہے دُنیا کے طلبکار!

یہ شاخ ہے وہ جو کبھی پھولی نہ پھالی ہے

دُنیا تجھے نادان! کدھر لے کے چلی ہے!

کھینچے لئے جاتا ہے کہیں تجھ کو زمانہ      سننے کے سزاوار نہیں ہے یہ فسانہ

## برادرِ غرور

اے رئیسِ با وفا، اے جوش کی رُوح رواں  
 اے ضیائے خانہٴ دل اے چراغِ خانداں  
 اے کہ طینت میں تری تنہا وفا اندیشیاں  
 اے کہ فطرت میں تری مضمحلِ محبت کے نشاں  
 ”فی الحقیقت جو ہر اجداد کا عامل ہے تو“  
 اقربا ہیں جس قدر اعضا ہیں لیکن دل ہے تو  
 اے کہ تیرا قلب مرکز ہے خلوص و لطف کا  
 اے کہ تیری ذات ہے سرشتِ صدق و صفا  
 ”بھائیوں میں تو ”محبت“ کا نہیں ہوتا پست  
 سخت جبراں ہوں یہ جو ہر خجہ میں کیونکر آگیا  
 ”بھائی“ ہو کر ظلم و بھیر کی خجہ میں غور نہیں!  
 ”قوتِ دل ہے مرا تو“ قوتِ بازو نہیں!!



# مجھے تیری نعمتوں کی خواہش نہیں

بے تعلق ہوں دین و دنیا سے      حُبِ ثروت نہ فکرِ حُبّت ہے  
 نہ مجھے شوقِ صبحِ آسائش      نہ مجھے ذوقِ شامِ عشرت ہے  
 نہ تو حور و قصور پر مائل      نہ تو ساقیِ دے سے رغبت ہے  
 نہ تقاضائے منصب و جاگیر      نہ تمنائے شان و شوکت ہے  
 ”کچھ مجھے تیرے در سے مل جائے“      کس منافق کو اس کی حسرت ہے  
 کیا کروں گا میں نعمتیں لے کر      میری مہرِ انس ایک نعمت ہے  
 تجھ پہ روشن ہے اے مرے مولا      کہ مرے دل میں سوزِ وحدت ہے

”تیرے انعام“ کی نہیں خواہش  
 بلکہ مجھ کو ”تری“ ضرورت ہے !!!

قسم اُس سوز کی پیدا جو ہوتا ہے طبیعت میں  
 اندھیری رات میں رونے کی جب آواز آتی ہے  
 قسم اُن آنسوؤں کی اُن کی آنکھوں سے جو بہتے ہیں  
 جگر تھامے ہوئے جب لاش پر بیٹے کی آتی ہے  
 قسم اُس بے بسی کی اپنے شوہر کے جنازہ پر  
 کلیجہ ختم کرتا زہ دُہن جب سر جھجکتی ہے  
 نظر پڑتے ہی اک ذی مرتبہ مہاں کے چہرہ پر  
 قسم اُس شرم کی مغلّس کی آنکھوں میں جو آتی ہے  
 قسم اُس درد کی جو ہجر کی راتوں میں اُٹھتا ہے  
 قسم اُس کرب کی جب روح کھنچ کر لب پر آتی ہے  
 کہ یہ دُنیا سراسر خواب اور خواب پریشاں ہے  
 ”خوشی“ آتی نہیں سینے میں ”جینک“ سانس آتی ہے

---

وقت جلال اپنی شانِ غتاب پر ہے      ٹھہرو! کہ دوپہر کی گرمی شباب پر ہے  
 دیکھو! یہ میرا مسکن کس درجہ پُرِ فضا ہے      سایہ بھی ہے میسر، دریا بھی بہ رہا ہے  
 پانی ہے سرو و شیریں خنکی بھی لُنتِش ہے      نزدیکِ دُور کوئی ایسی جگہ نہیں ہے  
 دیکھتے ہوئے جگر کی حالت دکھاؤں تم کو  
 ٹھہرو تو بانسری پر "آہیں" سناؤں تم کو!

## سانس لو یا خوش رہو

قسم اُس موت کی اُٹھتی جوانی میں جو آتی ہے  
 عروسِ نو کو بیوہ، ماں کو دیوانہ بناتی ہے  
 جہاں سے جھپٹے کے وقت اک تابوت نکلا ہو  
 قسم اُس شب کی جو پہلے پہل اُس گھر میں آتی ہے  
 عزیزوں کی نگاہیں ڈھونڈھتی ہیں مرنے والے کو  
 قسم اُس صبح کی جو غم کا یہ منظر دکھاتی ہے  
 قسم سائل کے اُس احساس کی جب دیکھ کر اُس کو  
 سیاہی دفعتاً کنجوس کے ماتھے پہ آتی ہے

ختمِ تقریرِ حبِ حسینؑ نے کی      ہنس کے کہنے لگے شہِ صفدر  
 ”ناز پرورہ حُنا و رسولؐ“  
 ”موت کو جانتا ہے فتح و ظفر“  
 ”اس سے ڈرتا نہیں ہے باپِ ترا“  
 ”موت پر وہ گرے“ کہ موت اُس پر!

”دنیا میں آگ لگی ہے میرا دل بہترین خلوت ہے  
 مناسب ہے تو میرے دل ہی میں چلے آؤ“

موج ہوا کے اندر شعلہ بھڑک رہا ہے      گرمی کی دوپہر ہے سورج دہک رہا ہے  
 پتی ہوئی زمیں سے اُنچیں نکل رہی ہیں      پتھر سنگ سب سے ہیں کانیں گھیل رہی ہیں  
 ہر قلب پھنک رہا ہے، تنہ خانہ چاہتا ہے      پردہ میں لو کے گویا عالم کراہتا ہے  
 لوٹے رہے ہیں کانٹے اور پھیل کانتے ہیں      طائر سکوت میں ہیں چہ پائے ہانپتے ہیں

کیوں جسمِ ناز نہیں کو لو میں جلا رہے ہو؟

یو مال منہ پہ ڈالے کس سمت جا رہے ہو؟

## نفسِ مُطْمَئِنِّہ

تھے اک ایسے مقام پر جیٹے کہ ہر آئینہ جان کا تنہا غم  
 آپ کو تھی مگر نہ کچھ پروا آپ پر تھا مگر نہ کوئی اثر  
 کیا اُسے خوف جو ہو شیرِ حسد! کیا ڈرے جو ہو قاتلِ عنتر!  
 خوف کیا اُس کے دل کو توڑ سکے! جس نے توڑا ہو قلعہِ خیر!  
 اُس کے سینے میں کیا ہر اس آئے! جس کو کہتے ہوں "نفسِ غمِ پیہر!"  
 آپ کے ساتھ تھے حسینِ اسوقت عرض کی "اے امامِ جن و بشر!"  
 "آپ کو کچھ نہیں خیال اپنا" "نہ زہر ہے نہ ہاتھ میں ہے سپر"  
 "تجانب جانے کا ہے یہاں سماں" "آپ کو کچھ نہیں ہے فکرِ مگر"

جوشِ شبیر نے کہا جو کچھ

قولِ مبنی بختِ یہ محبت پر

"ورنہ خدشہ کجا" حسینِ کجا

کر بلا کے تو یاد ہیں منظر

خیرِ جملہ تھا یہ تو معترضہ پھر اُسی سمت آئیے پھر

(۳)

جب کیا قصد کریں یا دو کتابیں سنکر ہم سبق آنے سنانے کہ اٹھا در درِ جگر  
 یک بیک جوش ہوا ذہن و ذکا میں پیدا  
 اک ترنم سا ہوا موج ہوا میں پیدا  
 دوست کی آئی صدا "حسن یگانہ میرا" کان رکھتا ہے تو سن دل سے فسانہ میرا  
 "میری آواز کی پابند سماعت تیری" گھیر لی ہے مڑے جلوے نے بصارت تیری  
 عاشقی چسپیت بگو بندہ جاناں بودن دل بدست دگرے دامن و حیراں بودن  
 جوش تعلیم کجا، عشقِ جگر و وز کجا!  
 محفلِ علم کجا، جلوہ گاہِ سوزِ کجا!

---

اپنی تکلیف کے کس طرح بتاؤں اسباب ہو گا مجھ سا بھی نہ دنیاس کوئی خانہ خراب  
غور سے اب مرے پڑھنے کی حکایت سنئے  
دل کا جیت تک نہ کہوں حال کوئی کیا جانے؟

(۱)

ایک تن کا بھی اگر آنکھ میں پڑ جاتا ہے آدمی ہے کوئی ایسا جسے چین آتا ہے؟

چین لینے دیں بھلا کب مجھے ایسی آنکھیں!  
جن کے پردوں میں سمائی ہوں کسی کی آنکھیں!!

(۲)

اکثر آنکھوں کی اذیت کو بھلا دیتا ہوں  
لیکن آساں نہیں اُس قلب کا شادال ہونا  
رو برو آنکھ کے جس وقت کتاب آتی ہے  
نقطہ نقطہ نظر آتا ہے مجھے برق لباس  
دیر تک کچھ نظر آتا نہیں بجلی کے سوا  
حرف دب جاتے ہیں کچھ دیر میں تفتہ تفتہ  
مینر سے بڑھ کے کتاب ایک اٹھا لیتا ہوں  
جبکی تقدیر میں لکھا ہو پریشاں ہونا  
اک جھلک صفحہ قرطاس پہ پڑ جاتی ہے  
شمعیں جل اٹھتی ہیں ہر مرکز و اعراب کے پاس  
دفعۃً ہوتی ہے ہر سطر میں جنبش پیدا  
صاف کھنچ جاتا ہے ہر لفظ پہ اُنکا نقشہ!

# حقیقتِ دل

آئیں اسکول کے احباب سُنیں دردِ مرا  
گرم کروے گا لہو، ہر نفسِ سردِ مرا  
آئیں، بیٹھیں مری تقریریں غور کریں  
عافیت کا کوئی سامان، بہر طور کریں  
کیوں شکایت ہے کہ پڑھنے کا اسے شوق نہیں  
دل میں تحصیل کمالات کا کچھ ذوق نہیں  
مدرسہ کیوں نہیں آتا یہ شکایت کیا ہے  
کاش پچھیں تو ترے دل پہ مصیبت کیا ہے؟

آئیں اور جھک کے سنیں کان لگا کر باتیں

تیغ باتیں ہیں، چھری باتیں ہیں خنجر باتیں

میں لڑکپن سے جسے عشقِ کمالات رہا  
علم حاصل ہوا اسی فکر میں دن رات رہا  
بھائی سے کام تھا مجھ کو نہ کسی ہم سن سے  
لڑکے کہتے تھے کہ جی ہم نہیں کھیلے ان سے  
اور اب میں وہی کمبخت کہ پڑھتا ہی نہیں  
سامنے علم کا میدان ہے بڑھتا ہی نہیں  
دل یہ کہتا ہے کہ اب ریت کے دن ہیں تنہا لڑے  
حرف گھس گھس کے نظر سے کوئی آنکھیں پھوڑے

دوستو! دل میں خیال اب یہی آیا ہو گا

کیوں جو اس میں یکا یک یہ تغیر پیدا؟



سببہ تجلیوں سے معمور ہو گیا ہے ہر داغ اپنے دل کا ناسور ہو گیا ہے  
 پروانہ وار جلنا مشہور ہو گیا ہے پچھلے پہر سے رونا دستور ہو گیا ہے  
 عکس آئینہ کے اندر اُترا ہی چاہتا ہے

تو غم قریب دل میں آیا ہی چاہتا ہے  
 اب تیرے تذکرے میں پاتی ہے روح لذت تسبیح میں مزا ہے تقدیس میں مسرت  
 مبذول ہو رہی ہے مجھ پر تری عنایت پہونچا ہی چاہتا ہوں تا مرکز حقیقت  
 عکس آئینہ کے اندر اُترا ہی چاہتا ہے

تو غم قریب دل میں آیا ہی چاہتا ہے  
 جب بیکسی میں گھر کر کوئی غریب رویا رقت ہوئی وہ طاری ہلنے لگا کلیجہ  
 آنکھوں نے بھی دکھایا جوش و خروش دیا میں اس گداز دل سے سمجھا یہ راز سمجھا  
 عکس آئینہ کے اندر اُترا ہی چاہتا ہے  
 تو غم قریب دل میں آیا ہی چاہتا ہے

شمعیں وہ جھلملائیں، وہ آفتاب نکلا! وہ صبح مسکرائی، وہ جوش نور پھیلا!  
 خوش آمدید کہہ کر سینے میں دل وہ ٹپپا! وہ اٹھ گئیں نگاہیں، کھینچنے لگا وہ پردا!!  
 عکس آئینہ کے اندر اُترا ہی چاہتا ہے تو غم قریب دل میں آیا ہی چاہتا ہے!

دل اور جگرِ باطن سرشار ہو رہے ہیں      تھے تندرست، لیکن بیمار ہو رہے ہیں

عکس آئینہ کے اندر اُترا ہی چاہتا ہے

تو عنقریب دل میں آیا ہی چاہتا ہے

اوصاف عارفانہ جلوہ دکھا رہے ہیں      دامنِ معصیت سے دھتے مٹا رہے ہیں

عبر و تسکینِ دل پر کچھ بٹھا رہے ہیں      آثار ہیں یہ جتنے "ہم کو بتا رہے ہیں

عکس آئینہ کے اندر اُترا ہی چاہتا ہے

تو عنقریب دل میں آیا ہی چاہتا ہے

یہ کوہِ یہ بیا بیاں یہ وادیاں یہ دریا      ان پر نظر جو ڈالی، ایماں کو زور پہونچا

فطرت سے ہم نے کتنا باریک ذہن پایا      ان جس کی قوتوں سے ہم کو یقین آیا

عکس آئینہ کے اندر اُترا ہی چاہتا ہے

تو عنقریب دل میں آیا ہی چاہتا ہے

میری نظر میں کیساں تیری تمام خلقت      مدت سے اب نہیں ہوں پابندِ قوم و ملت

سب سے مجھے تعلق، سب سے مجھے محبت      دل سے یقین ہے اسکا اب کے دلیل و محبت

عکس آئینہ کے اندر اُترا ہی چاہتا ہے

تو عنقریب دل میں آیا ہی چاہتا ہے

نغموں سے تھک گئی ہیں غمِ سوز کی انگلیاں  
 اب حد کے اختیار میں قسمت نہیں رہی  
 نبضوں نے کیں فکا طبعیوں کی انگلیاں  
 ”ڈاکہ“ رہا ہے رسمِ تجارت نہیں رہی  
 شعلے سے آشتی کے اندھیرا لپٹ گیا  
 وہ جھٹپٹے کی سانولی صورت نہیں رہی  
 جاڑوں کی صبح اور سنہری کرن نہیں!  
 گرمی کی شام اور کوئی بانگین نہیں!  
 ہستی کی مملکت میں تب ہی کاراج ہے  
 ہشیار ہو کہ فرق مصیبت پہ تاج ہے!

محویتِ جنوں میں مری یاس مٹ گئی!!  
 دل یوں مٹا کہ قوتِ احساس مٹ گئی!!

## انتظار کے آخری لمحے

جلوہ کسی کا طورِ سینا ہی چاہتا ہے  
 حسنِ صبحِ چشمِ بنا ہی چاہتا ہے  
 دل پر تو جمالِ تریبا ہی چاہتا ہے  
 اب صبح کا ستارہ چمکا ہی چاہتا ہے  
 عکسِ آئینہ کے اندر اتر ہی چاہتا ہے  
 تو عنقریب دل میں آیا ہی چاہتا ہے

ظاہر ترے کرم کے آثار ہو رہے ہیں  
 خوابیدہ ہوش اپنے بیدار ہو رہے ہیں

## حالاتِ حاضرہ (ہرمانہ جنگ)

ہر چیز پر سکوت ہے ہر شے پہ پاس ہے  
 جلوے ہیں شامِ غم میں نہاں صبحِ عید کے  
 کشتی رواں ہے زسیت کی دریائے زہر میں  
 عالم ہے شاخِ گل میں عجب پیچ و تاب کا  
 "لذت" اڑی، خواب سے وسعت خیال سے  
 صبحین چھپی ہیں قہر کی پُرسہول رات میں  
 تابندگی کے راز سے محرم نہیں رہے  
 فطرت کو انتظام پر قدرت نہیں رہی  
 سینوں میں قلبِ برن کے مانند سرو ہیں  
 سلطان بڑھے ہیں ہر کے لشکر لئے ہوئے  
 یہ جنگ کیا ہے؟ ایک محبِ جنون ہے  
 خلقت تمام قحط سے بے آب و دانہ ہے  
 عالم کے بام و دریں مریضوں کی آہ ہے

غم حکمراں ہے دہریں، دنیا اداس ہے  
 دھندلے ہیں خط و خال عروسِ اُمید کے  
 بجلی ٹرپ رہی ہے مسرت کی لہر میں  
 کانٹے ہیں اور پھول نہیں ہے گلاب کا  
 "آب" آئینہ سے "قوت برقی" جمال سے  
 دوڑا ہے زہرِ چشمہ آبِ حیات میں  
 وہ روئے گل پہ قطرہٴ شبِ نم نہیں رہے  
 "پانی گھٹا میں" پھول میں "نگہت" نہیں رہی  
 بس حد ہوئی کہ چہرہٴ خواباں بھی زرد ہیں  
 اور اُن کے ساتھ قحط بھی خنجر لئے ہوئے  
 گلزارِ کائنات کے تھالوں میں خون ہے  
 اُس پر وبا کا زور، یہ کیسا زمانہ ہے  
 دنیائے طب، ہجومِ مرض کی گواہ ہے

# تمائشائے قدرت

مجھٹپٹا وقت ہے لبِ دریا  
 روشنی روح کو لٹھکتی ہے  
 موجیں تھم تھم کے ہو رہی ہیں واں  
 حُسن کی رُوح ہے نمودِ چراغ  
 چرخ پر ہے شفق کی گلکاری  
 میری آنکھیں جھی ہوئی ہیں ادھر  
 سینہ روشن ہے درد کی ضو سے  
 کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے  
 ”وحشتِ دل سے ربط ہے اسکو“  
 لیکن اتنی کسی میں عقل کہاں  
 کہ یہ چیزیں علوم کے ”سہر“ ہیں  
 ان سے ہوتی ہے عقل کو صحت  
 جلوہ گر ان میں برقِ عرفاں ہے  
 ایک مندر میں غل رہا ہے دیا  
 بہ کے لہروں میں مسکراتی ہے  
 قطرہ قطرہ ہے مشعلِ ایساں  
 کاکل پر شمعن ہے دو دِ چراغ  
 ہر طرف اک سکوت ہے طاری  
 نور میں غوطہ زن ہیں قلب و نظر  
 گرم ہے دل چراغ کی لو سے  
 میری حالت پہ مسکراتا ہے  
 لوگ کہتے ہیں ”خطبہ ہے“ اس کو  
 کہ سمجھ لے ہر اک یہ رازِ نہاں ....  
 مرکزِ فکر یہتِ نظر ہیں ....  
 ان سے آتی ہے رُوح میں قوت  
 ان مناظر میں ”سوزِ پہاں“ ہے !

اُہ کھینچی میں نے شاخِ گل کے پاس  
اک کلی کو توڑ کر بوسہ دیا

گرمی و سروی کھل جاتے ہیں پھول  
یہ ہوا کا کام ہے اور دھوپ کا  
فعل تھا فطرت کا جو کچھ اہل میں  
وہ عمل میرے تنفس نے کیا  
شاخِ نازک سے کلی کو توڑ کر  
جیسے ہی میں نے لبوں سے مس کیا

مجھ کو حیرت ہو گئی یہ دیکھ کر  
غنیہ چپکا، اور چٹک کر کھل گیا!

مجھ پر بھی لیکن ہوا طرف اثر  
روح کا "ست" پتیوں میں کھنچ گیا  
جس طرح شبنم کو پیتی ہے کرن  
پھول میری روح کو یوں پی گیا!!

شاخِ گل سے خون ٹپکا بعد ازاں

اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا!!

ہوش میں آیا تو دیکھا دھوپ کتنی  
اور پڑا تھا پھول مڑھایا ہوا!!

یہ عدا کو بخنی ہوئی تھی ہر سرت

سوچ اپنی استداد انتہا!!

وہ نسیم صبح کی اٹھکیلیاں      وہ ترنم خیز جھونکے وہ ہوا  
 آنکھ اٹھائی، روح بالیدہ ہوئی      سانس لی، اور خون تازہ ہو گیا!  
 دل ہلار و حانیت کے جوش سے      سجدہ معبود میں سر جھک گیا  
 خاک پر رکھتے ہی سجدے میں جبیں      دفعتاً اک درد سینے میں اٹھا  
 ”باغِ عالم نپڑ کر غور سے“      دوست کی پہلو سے آتی یہ صدا  
 ”سطحِ حیوانیت سے ہو بلند“      ”منظر ہے خلد کی آب و ہوا“  
 ”سردیِ جلد سے ترے مشتاق ہیں“      ”میرے بندے کھول دے آنکھیں ذرا!“  
 ”حافظہ کو سچ ہماری یاد سے“      ”ذہن کو دنیا کی فکروں سے بچا“  
 ”میری جانب دیکھ اے فانی وجود“      ”دیکھ رنگِ مہر سے دھوکا نہ کھا“  
 ”زندگانی کا سبق لے پھول سے“      دیکھ اُس کی ابتدا و انتہا“

بس یہ سننا تھا کہ میں دیوانہ وار

تیز تیز اک باغ کی جانب چلا

دلربا کلیاں کھلی تھیں ہر طرف      خوشنما سبزہ بچھا تھا جابجا  
 اُس کے موتی پڑے تھے خال خال      صاف تھے چشمے معطر تھقی ہوا  
 خون میں گردش تھی آنکھوں میں رُو      میں اسی عالم میں اک جانب بڑھا

مرنے میں حقیقی آزادی، جینے میں سراسر حیرانی  
 بندے جو ذرا بھی عقل ہو تجھ میں نام جہاں میں کربانا  
 اللہ اگر تو رفیق تجھے دے موت سے پہلے مر جانا  
 آرام کی خواہش مہمل ہے، یہ "قبر" نہیں ہے "دنیا" ہے  
 یہ "زمین" نہیں ہے "کلفت" ہے، یہ "سانس" نہیں ہے، "ایذا" ہے  
 آگاہ ہو اے نادان! کدھر تو پیاس بجھانے جاتا ہے  
 ذروں کی چمک کا یہ چشمہ، یہ ریگِ رواں کا دریا ہے!  
 سن جوش کی باتیں غور سے تو مشتاق نہ بن اس رزل کا  
 اے دوست! یہ دنیا "سایہ" ہے گرمی کے پریشاں بادل کا

## طوفانِ بے ثباتی

چاندنی بختی صبح کا ہنگام تھا	میں یکایک اپنے بستر سے اٹھا
ڈوبتے تاروں کو دیکھا غور سے	آنکھ میں اشکوں سے طوفان آگیا
ذرا ذرا میں زمیں سے تافلک	موج زن تھا اک سمندرِ حسن کا
وہ گلابی روشنی، ہلکا وہ نور	وہ ٹپ دریا کی، وہ ٹھنڈی ہوا



اسباب تمولِ خمیسیریں، ایوانِ حکومت زنداں ہے  
 دلچسپ جسے تو سمجھا ہے، وحشت کا وہ ساز و ساماں ہے  
 سکوں کی چمک پر مہربا ہے، دولت کے لئے سرگرداں ہے  
 تو رازِ فنا معلوم تو کر، دُنیا کے لئے کیوں حیراں ہے  
 اُس شے سے تعلق ہی کیسا جو چیز کہ جانے والی ہے!  
 سامانِ تعیش جمع کئے جا، موت بھی آنے والی ہے!  
 آراستہ ہو کر جلووں سے جب سامنے دنیا آتی ہے  
 راحت کے ترانے گاتی ہے، دولت کی چمک دکھاتی ہے  
 جب آنکھ پر قبضہ کرتی ہے، سینہ میں ہوس بھڑکاتی ہے  
 ایمان و یقین کی شمع درخشاں بن کے دھواں اڑ جاتی ہے  
 ملتا ہی نہیں جسے جسم سے پھر جب عضو کوئی گٹ جاتا ہے  
 پس یُنہیں ہوس کے بندے کا مہجور سے ملٹ جاتا ہے  
 شاہوں کی امارت جسمانی، تانچ کی حکومت روحانی  
 ظاہر کی مسترت سلطان کو، آزاد کو لذت و جدانی  
 دنیا کے تماثے عبرت نرا، عجبے کے مناظرِ لاثانی

یہ پچھلے پسر کی رنگینی، یہ نورِ سحر یہ سورج صبا  
 معبود کی کس کس بخشش کو ٹمکرے گا چھپائے جائے گا  
 اللہ کی کس کس نعمت کو امیے منکر دیں جھٹلائے گا  
 اللہ کی رحمت عام ہے سب پر شاہ "ہو اس میں یا ہو گدا"  
 یہ چاند، یہ سورج، یہ تارے، یہ غمِ بلبل، یہ دریا  
 دونوں کے لئے یہ تختے ہیں، کچھ فرق اگر ہے تو اتنا  
 ان جلووں سے لذت پاتا ہے آزاد کا دل منحہم سے سوا  
 ✓ شاہوں کے سروں میں تاج گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے  
 جو اہل صفا ہیں اُن کے دل میں نور کا چشمہ بہتا ہے  
 آگاہ ہو جو تُو چاہتا ہے، دنیا میں نہیں وہ ہونے کا  
 اسبابِ طرب کا جو یا تو، سامانِ یہاں ہے رونے کا  
 "دولت" کو صلا کیا سمجھا ہے اخلاق کی قوت کھونے کا  
 ایمان کے دل کا داغ ہے یہ، مسکے یہ نہیں ہے، سونے کا  
 کیا کرتا ہے ناداں؟ بھٹاک ادھر سے تا ہے ان نیاراں ہیں  
 یوں ہاتھ نہ ڈال ان دُرخ کے لودیتے ہوئے انگائیں میں

دولت کا نتیجہ کلفت ہے، سامانِ امارت ذلت ہے  
 جس دل میں ہوس کی کثرت ہے، دُور اُس کے تحقیقی راحہ ہے  
 ارمان بہت ہیں، کم کر دے، ہستی یہ نہیں، اک غفلت ہے  
 آغاز سراپا دھوکا ہے، انجام سراپا عبرت ہے  
 تاریخ اٹھا، بتلائی گی وہ، ”دنیاس میں خوشی کا نام نہیں  
 جس دل پر ہوس کا سکہ ہے، اُس دل کے لئے آرام نہیں  
 صحت میں تری کچھ ہرج نہیں، اعضا میں ترے نقصان نہیں  
 پھر بھی یہ شکایت تجھ کو ہے، ”اسباب نہیں سامان نہیں“  
 انعامِ خدا کا مُنکر ہے، اللہ یہ اطمینان نہیں  
 تو حرص و ہوا کا بندہ ہے، مضبوط تر اایمان نہیں  
 دنیا کی حکومت تیری ہے، اپنے کو گدا کیوں کہتا ہے  
 سامانِ فراغت حاصر ہیں، بیکار پریشاں رہتا ہے  
 یہ ابرو، یہ وادی، یہ گلشن، یہ کوہ و بیاباں، یہ صحرا  
 یہ بھول، یہ کلیاں، یہ سبزہ، یہ موسمِ گل، یہ سرد ہوا  
 یہ شام کی دلکش تفریحیں، یہ رات کا گہرا سناٹا

# خیالاتِ زیریں

نورازِ فراغت کیا جانے، محدود تیری آگاہی ہے  
 اپنے کو پریشاں حال سمجھنا، عقل کی یہ کوتاہی ہے  
 دولت کیا؟ اک روگ ہے دل کا، حرص نہیں گمراہی ہے  
 دنیا سے بے پروا رہنا سب سے بُری یہ شاہی ہے  
 اس قول کو میرے مانے گا جو صاحبِ دل ہے وانا ہے  
 کہتے ہیں جسے 'شاہنشاہی' حاجت کا روا ہو جانا ہے  
 پینے کو میسر پانی ہے، کھانے کے لئے حاضر ہے غذا  
 تقریح کو سبزہ جنگل کا، صحت کی محافظ صاف ہوا  
 پوشش کے لئے ملبوس بھی ہے، رہنے کو مکاں بھی مستقر اس  
 اور اس کے سوا کیا حاجت ہے انعام تو کر تو دل میں فرا  
 احت کیسے جو سماں ہیں، قدرت نے بہم پہنچائے ہیں  
 اے بندۂ زیر! پھر تیری ہوس نے پاؤں یہ کیوں بھلائے ہیں

ایک بیک بام و درجہ لک اٹھے درو دیوار سب مہک اٹھے

اُس نے حیرت کے مڑ کے حجب دیکھا

پیارے شوہر کو پشت پر پایا !!!

آنکھ اٹھاتے ہی ہو گئی حیرت سامنے اُسے تھی وہی صوت ....

روز روتی تھی جس کی فرقت میں اشک بہنے لگے مسرت میں

مہنس کے شوہر نے چھڑے پوچھا

”میرے آنے سے کیا ہوئی ایذا؟“

دل کے چستے یہ کیوں اُبل آئے؟“

اشک کیوں دفعتاً نکل آئے؟“

سُن کے شوہر کا یہ عجیب خیال عرض کرنے لگی وہ دل کا حال

بولی ”آنکھیں کھلیں سحر سے غوٹا“ ہو گئی تھیں فراق سے بیمار۔

تالشِ حسن نے دوا بخشی ”لذت دید نے شفا بخشی“

”یہ مری آنکھ میں جو آنسو ہیں“ ”ان میں صد ہا خوشی کے پہلو ہیں“

”پروہ اشک میں مسرت ہے“

”آج آنکھوں کا غسلِ صحت ہے!!“

آقا کا غلاموں سے یہ ہے قرب کا ہنگام  
دل ہوتے ہیں سرشار فنا ہوتے ہیں آرام  
چھا جاتی ہے حرمت تو برس پڑتے ہیں انعام  
اس وقت کسی طرح مناسب نہیں آرام  
روئے میں جولڈت ہے تو آہوں میں رہا ہے  
اے روح! خودی چھوڑ کہ نزدیک خدا ہے

## گم نہ مسرت

نازنین و عقیف اک بیوی  
یاد شوہر میں سست بیٹھی تھی  
غمزدہ، مضمل، پریشاں حال  
شکل غمگین، پر شکن خط و خال  
سو زہرِ مہراں کی آنچ سینے میں!  
پھر وہ برسات کے مہینے میں!  
اودی اودی گھٹائیں آتی تھیں  
اُس کے دل پر بلائیں آتی تھیں  
دل میں کہتی تھی "کب وہ آئینگے"  
"کب یہ دن بکسی کے جائینگے"  
منہ ہلک تھی انہیں خیالوں میں  
غرق تھی ہجر کے ملالوں میں  
درد دیوار پر اُداسی تھی  
چشم و ابرو پہ بدحواسی تھی

دفعاً چاہ سی ہوئی محسوس  
ہل گیا خوف سے دل مایوس

وہ پھیلنا خوشبو کا وہ کلیوں کا چٹکنا      وہ چاندنی مدھم، وہ سمندر کا جھلکنا  
وہ چھاؤں میں تاروں کی گل تر کا مہکنا      وہ جھومنا سبزہ کا، وہ کھیتوں کا لہکنا  
شاخوں سے ملی جاتی ہیں شاخیں وہ اثر

کہنتی ہے نسیم سحری "غیدِ سحر ہے"

خٹکی وہ بیاباں کی، وہ رنگینی صحرا      وہ وادی سرسبز وہ تالابِ مصفا  
پیشانی گردوں پر وہ مہنستا ہوتا مارا      وہ راستے جنگل کے وہ بہت ہوتا دریا

ہرست گلستاں میں وہ انار گلوں کے

شبِ نیم سے وہ دھوئے ہوئے رخسار گلوں کے

وہ رُوح میں النوارِ خدا، صبح وہ صادق      وہ حُسن جسے دیکھ کے ہر آنکھ ہو عاشق  
وہ سادگی انسان کی فطرت کے مطابق      ندریں وہ افق، نور سے لبریز وہ مشرق

وہ نعمتِ داؤد پرندوں کی صدا میں

پیرا ہن یوسف کی وہ تاثیر ہو میں

وہ برگ گلِ تازہ، وہ شبِ نیم کی لطافت      اک حُسن سے وہ خندہ سامانِ حقیقت

وہ جلوۂ اصنام، وہ تبخا نہ کی زینت      زاہد کا وہ منظر، وہ برہمن کی صباحت

ناقوس کے سینے سے صدائیں فضاں کی      وہ حمد میں ڈوبی ہوئی آوازِ اداں کی

نقرتی چادر بچاتا ہے مہ میں بدن چومتی ہے آکے پیشانی مری زریں کرن  
 دیکھ کر نشاد اب ہوتا ہے مجھے حسنِ چمن کس قدر خوش ہوں کہ جنگل ہے مرا پارِ وطن  
 روزِ صحرای کی طرف جانا مرادِ ستور ہے  
 بستیوں میں ہوں مگر میری قرابتِ فور ہے

## مناظرِ سحر

کیا روحِ فنز اجلوہ رخسارِ سحر ہے کشمیرِ دل زار ہے فردوسِ نظر ہے  
 ہر پھول کا چہرہ عرقِ حسن سے تر ہے ہر چیز میں اک بات ہے ہر شے میں اثر ہے  
 ہر سمت بھڑکتا ہے رخِ حُور کا شعلہ  
 ہر ذرہ ناچیز میں ہے طُور کا شعلہ!  
 لرزش وہ ستاروں کی وہ ذروں کا تبسم چشموں کا وہ بہنا کہ مندرجن پہ ترغم  
 گردوں پہ سپیدی و سیاہی کا تضاد دم طوفان وہ جلووں کا وہ نغموں کا تلاطم!!  
 اڑتے ہوئے گیسو وہ نسیمِ سحری کے  
 نشانوں پہ پریشان ہیں یا بالِ پری کے



لہریں سنسنہنس کر عجیب نغمے سناتی ہیں مجھے      ڈالیاں پھولونکی جھجک جھجک کر بلاتی ہیں مجھے  
 شاخیں اپنے سائے میں پہرےں بٹھاتی ہیں مجھے      ندیاں اپنے کناروں پر سلاتی ہیں مجھے  
 کوئی مجھ کو رنجِ ان احباب میں دیتا نہیں

اور اس خدمت کی قیمت بھی کوئی لیتا نہیں

دیکھتے ہیں مجھ کو پہروں خندہ پشانی سے پھول      کس قدر مانوس ہیں آئینِ مہمانی سے پھول  
 ٹوٹ کر دامن میں آجاتے ہیں آسانی سے پھول      کرتے ہیں مسرور مجھ کو اپنی قربانی سے پھول  
 پھول کے مانند انسانو، تمہارا دل نہیں

میری خاطر جان بھی دینا انہیں مشکل نہیں

گو بختی ہے کوہِ صحرائیں پیسے کی صدا      اودی اودی آسمانوں پر حجب آتی ہے گھٹا  
 روح کو بیدار کرتی ہے بیا باں کی ہوا      دوڑھوتی ہے "خودی" سینے میں آتا ہے "خدا"

کام رہتا ہے نہ دولت سے نہ فانی جاہ سے  
 لو لگا کر بیٹھ جاتا ہوں فقط "اللہ" سے

صاف دل ہو جا "مجھے تعلیم یہ دیتی ہے تہر      ندیوں کے پیچ و خم سے خون میں آتی ہے لہر  
 دشت ہنستے ہیں کہ آبادی پر کیوں نازاں ہیں شہر؟      آبِ حیاں جس کو سمجھے ہیں "ہے اک معراجِ زہر  
 سوز دیتا ہے بھری برسات کا دریا مجھے      عقل دیتا ہے گھنے جنگل کا سناٹا مجھے !!

کھل گیا دروازے آنے لگی ٹھنڈی ہوا      ساز غنچوں نے لئے گلے لگی ٹھنڈی ہوا  
دوست کی خوشبو سے ترپانے لگی ٹھنڈی ہوا      گیسوؤں میں مجھ کو ابھانے لگی ٹھنڈی ہوا

غنچہ خاطر کہ مرجھایا ہوا تھا کھل گیا

دل مرا نیچر کے اس پیغامبر سے مل گیا

چھوڑ کر انساں کو میں فطرت کا شیدا ہو گیا      خوبی قسمت، کہ فوراً ربط پیدا ہو گیا  
میرا ہمدم سبزہ زار و کوہ صحرایہ ہو گیا      دوست میرا چشمہ و گلزار و دریا ہو گیا

مجھ کو حلقے میں تسم نے لیا غور شنید کے

”شامِ غم“ رخصت ہوتی جلووں میں صبحِ عید کے

دوست یہ ایسے ہیں جو دھوکا نہیں دیتے کبھی      جھوٹے واقف نہیں ہے ان فقیروں میں کوئی  
وقت آتا ہے تو کھل جاتی ہے سنس کر چاندنی      صبح ہوتے ہی چپک جاتی ہیں کلیاں باغ کی

ان کے وعدے وقت پر ایسا نہیں ممکن نہیں

کون سی رات ہے جسکے سرے پر دن ”نہیں“

رات پہنکتی ہے تارے صبح برساتی ہے نور      موسمِ باراں بچھا دیتا ہے سبزہ و در و در  
چاندنی شب بھر دکھاتی ہے خیالے رُئے جور      ذرہ ذرہ صبح کو کہلتا ہے میں ہوں برقِ طور  
راتِ زنجیر کو لہتی ہے سلاخوں کے لئے      تاج پہنے صبح آتی ہے بجانے کے لئے!

کہتے ہیں جس کو "قربت" دشمنی کا نام ہے"      "پنہ سلا بکے غرض اپنی غرض سے کام ہے"  
 دور رہ دینا سے "اتس تکلیف میں آرام ہے"      "ماسوا کی دوستی ہی موت کا پینام ہے"

"مہرباں بیگانہ ہے" نامہرباں بیگانہ ہے"

"ویکیرہ آنکھیں کھول اُپر سارا جہاں" بیگانہ ہے"

مہرباں بھی ہوں اگر بالفرض یادداشتنا      راست بھی آنے اگر تخبہ کو زمانے کی ہوا"  
 "دوست رکھتے ہوں تجھے سب اپنی باتوں سوا"      "تاہر کے یہ رسم الفت یہ محبت" تاکجا با"

"نام رہ جائے گا باقی و سہر میں اللہ کا

"موت اک دن قطع کر دے گی یہ رشتہ چاہ کا"

ٹھان لی یہ سن کے "درد و ہسہ ہنا چاہئے"      شکوہ کیسا "اب نباں سے کچھ نہ کہنا چاہئے"  
 بن کے پیل اشک فیر انوں میں ہینا چاہئے"      سبز بیگانہ کے مانس در ہنا چاہئے"

کیونکہ بزم دہر میں اگلی سہی وہ رونق نہیں

اب عزیز و اقربا پر کوئی میرا حق نہیں"

سانس لی یہ فیصلہ کرتے ہی اطمینان سے

ختم گویا ہو گئے دنیا کے سارے مرحلے

"مسکرایا میں زمین و آسمان کو دیکھ کے!"

دفتنا پیدا ہوئے سینے میں تازہ ولولے

آئی بوئے دوستی فطرت کے سماں سے مجھے

یعنی اتنی اک مہک سخن گلستاں سے مجھے

روحِ دل پر نقشِ تنہا جیتک کہ یہ مہلِ خیال      ”دوستوں کو واقعی مجھ سے محبت ہے کمال“  
 ”اقر بہ جذبات کو ہونے نہ دیں گے پاتمال      خواب ہیں کبھی مجھ کو پہونچ گانہ ان سے کچھ ملال“

ان پر میرا حق ہے میرا زور ہے میرے ہیں یہ  
 ہوں بُرے لیکن مرے حق میں بہت اچھے ہیں یہ

اس خیالِ خام نے کیا کیا نہ کی مجھ پر جفا      میں سمجھتا تھا جنہیں سحرقتہ اہلِ صفا  
 جانتا تھا جن کو میں جانِ کرمِ روحِ وفا      کہہ نہیں سکتا زباں سے کچھ انہوں نے کیا کیا“  
 کیا تاؤں سختیاں کیں یا ذرا شفقت نہ کی  
 مختصر یہ ہے صفائے نفس کی عزت نہ کی

میں محبتِ آشنا دل سے پشیاں ہو گئیں      وہ پشیمانی ہوئی سرد درگریاں ہو گئیں  
 زندگی دو بھر ہوئی مرنے کا ساماں ہو گیا      عرصہ ہستی سمٹ کر تنگ زنداں ہو گیا

آئی پہلو سے صدا ناداں وہ دنیا میں ہیں

حق کسی پر جو سمجھتے ہیں بہت ایذا میں ہیں

”اُدھی کی دوستی کا کچھ نہیں ہے اعتبار      تو بھروسہ ان پر کرتا ہے اے غفلتِ شعار“  
 ”فصلِ گلِ بادِ غزاں سے مانگ دو رخ سے بہار“      ”دوستوں“ سے مہربانی ”کا نہوا میسوار“  
 ”تو سمجھتے ہیں ذاتی منہر کے دوست ہیں      وہ تیری اماک کے خراباں ہیں نہ کہ دوست ہیں

بنامِ قوت و حیات

## تراشہ بیگانگی

مجھ کو ایذا دے کسی ہستی میں یہ قوت نہیں      دوست یا دشمن کوئی ہو اس قدر طاقت نہیں  
جز خدا، اب آدمی کی جوش یہ قدرت نہیں      کیونکہ مجھ کو اہل دنیا سے کوئی حاجت نہیں

دوسرے عالم میں ہوں دنیا سے میری جنگ ہے

”تاج شاہی“ سے ”قدم“ بھی مس کرں تو ننگ ہے

زہر لگتی ہے زمانہ کی مجھے آب و ہوا      ظاہری اسباب کو چھوڑے زمانہ ہو گیا

مال و دولت اقربہ احباب یا رو آشنا      چوٹ کھائی جیسے دل پر ہیں یہ سب رنج و یا

شمع وہ پردہ میں ہے جس شمع کا پروانہ ہوں

انتہا یہ ہے کہ اپنے سے بھی میں بیگانہ ہوں



نقطہ

پیاد وید گراہیجا بود سخندانى  
غریب شہر سخندانے گفتنی دارد

بقدرِ ذوق نہیں فتنگنائے غزل  
 کچھ اور چاہئے وسعت مرے بیاں کیلئے



## نذر

اے صبح صادق! اے عروسِ فطرت! ایس اس ناچیز تصنیف کو تیرے  
 نورانی قدموں سے مس کرنے لایا ہوں ..... اسے قبول کر .....  
 اگر تُو نہ مسکراتی تو کارخانہ قدرت میں غور کرنے والا شاہِ لوج محفوظ کا مطالعہ  
 کبھی نہ کر سکتا اور نہ شاہِ معنی کا رخسار ہی دیکھ سکتا!!!

میں ہوں تیرا پرستار  
 جوش

اس مجموعے میں نثر بھی ہے، نثر لیں بھی ہیں، اور نظمیں بھی۔ نثر کی جانب ٹیگور نے مجھے مخاطب کیا تھا، غزلیں ابائی اور  
احول اثرات کا نتیجہ ہیں، اور نظموں کے باب میں وجید الدین عاتب سلیم کا شکر گزار ہوں کہ اس صنفِ صحیح کی جانب سب سے پہلے  
انہیں بزرگوار نے مجھے توجہ دلائی تھی۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ تغزل پر روم ہی نے اس قدر تمقہ مارے تھے کہ میرے دل کو اس  
غیر فطری صنف سے پھیر دیا تھا۔

آپ میری اس وقت تک کی شاعری کی عمارت کو بخوبی دیکھ چکے ہیں۔ اب میں اس عمارت کی خشتِ اول کو آپ  
کے سامنے پیش کر رہا ہوں، اسے اُلٹ پلٹ کر دیکھئے، اور اندازہ کیجئے کہ خشتِ اول کچ ہے، یا ”راست“۔

اے دل ز سنا عہدِ طرب کی باتیں  
رنگین فسانہ ہائے شب کی باتیں  
بھمری ہوئی زلفتِ سانسِ ہلکی ہلکی  
اے خانہ خراب، ہیں یہ کب کی باتیں؟

ب  
جوش

(آثر بکھنوی)

یہ تھے میرے حالات و خیالات جس وقت روح ادب عالم وجود میں آئی تھی — اور یہی وہ زمانہ تھا کہ محبت کی تیز دھار میری رگِ دل کو چھو کر نگین ہو چکی تھی۔

جی تو بمیساختہ چاہتا ہے کہ میں اُس اولیں وارداتِ محبت کو اور اُس کے ساتھ ساتھ اپنے تمام دیگر واقعاتِ نگین کو اس دیباچے میں درج کر دوں اور دنیا کو یہ بتا دوں کہ حسن کی زلفوں کی کندوں نے کتنی بے پایاں نیاز مند یوں کے بعد میرے ناز کو گرفتار کر چکی سعادت حاصل کی تھی، لیکن دُرُنا ہوں، بیان کرنے سے ڈرتا ہوں، اپنی رسوائی سے نہیں، اپنے صیادوں کی رسوائی سے ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں اُن کی جبینِ ناز پر نگین نہ پڑ جائیں — بہر حال مجموعی حیثیت سے اس موقع پر میں صرف اس قدر کہدینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں محبت کے معاملے میں ہمیشہ خوش قسمت اور عتی کے اس شعر کا مصداق رہا۔

اُنہا لکّا ہوا انِ حرمِ راکنِ صید

در اُرنے نادرِ کب صیدِ افکنِ من اند

اور یہی وجہ ہے کہ میری شاعری میں اُنسو آہیں اور سینہ کو بیاں بہت ہی کم ہیں، کیونکہ یہ چیزیں ناکامی اور انفعالیّت سے پیدا ہوتی ہیں اور میں ان چیزوں سے شاذ ہی دوچار ہوا ہوں۔

اب آپ کو کسی قدر اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ”روح ادب“ کی تصنیف کے وقت میرا کیا عالم اور کیا ماحول تھا۔ لگے ہاتھوں اس بات کا ظاہر کر دینا بھی بہت ضروری ہے کہ اس مجموعے میں میرے استاد کی اصلاح کا ایک حرف بھی موجود نہیں ہے — اس میں کوئی شک نہیں کہ مرحوم حضرت عزیز لکھنوی کا میں شاگرد تھا، لیکن جب یہ کتاب مرتب ہو رہی تھی میں نے اُن کی تمام اصلاحوں کو اس سے غلج کر دیا تھا، تا کہ میں نے جس طور سے بھی جو کچھ کہا ہے، وہی ملک کے سامنے پیش ہو، اور میری انفرادیت پر حرف نہ آنے پائے — اس بات سے میرے مرحوم استاد مجھ سے ناخوش بھی ہو گئے تھے، لیکن اگر وہ آج زندہ ہوتے تو میرے نزدیک وہ اس قدر ذہین انسان تھے کہ اب وہ میری اس گستاخی کی قدر کرتے —

مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اس مجموعے میں کہاں کہاں اغلاط پاتے جاتے ہیں، اور اب میرے واسطے نہایت آسان تھا کہ میں اس کتاب کو اُن اغلاط سے پاک کر دیتا، مگر چونکہ یہ امر ادبی دیانت کے خلاف ہوتا، اس لئے میں اس سے باز رہا۔ اس کے علاوہ اگر میں ایسا کرتا، تو میرے کلام کی تحقیقات کرنے والا، دھوکے میں مبتلا ہو کر میری شاعری کے باب میں صحیح ترین رائے قائم کرنے میں ناکام رہتا — نیز اس لحاظ سے بھی مجھے یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوا کہ آثارِ قدیم میں ترمیم و تنسیخ کرنا ایک شدید بے رحمی ہے۔

تقدیم امتداد اور سرمایہ ریز روایت پر اعتراض کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اور اعتراضات بھی متحرک انگیز و اہانت آمیز —

جب میرے خیالات و اقوال کا کارواں اس راستے پر آہستہ آہستہ گامزن ہونے لگا تو میرے مرحوم باپ کو سخت اندیشہ پیدا ہوا کہ میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ انہوں نے مجھے بڑی نرمی اور احتیاط کے ساتھ سمجھانا اور ایک مدت تک سمجھانے سے تنگ آکر آخر کار دھمکانا شروع کر دیا، مگر مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور ابائی عقائد و روایات سے میری بنیاد تو بڑھتی ہی چلی گئی جس کا نتیجہ ہوا کہ میرے باپ نے وصیت نامہ تحریر فرما کر میرے پاس بھیج دیا کہ اگر اب بھی میں اپنی "خند" پر قائم رہوں گا تو وہ اس وصیت نامے کو جس میں انہوں نے مجھے جائداد سے محروم کر کے میرے نام صرف سو روپے مالانہ کا ولیفہ مقرر فرمایا تھا، حج کے آہنی صندوق میں داخل کر کے میرے مستقبل کو زندان محرومی میں ہمیشہ کے واسطے مقفل فرما دیئے۔

لیکن مجھ پر اس کا بھی مطلق اثر نہیں ہوا۔ اور وصیت نامہ اس کے دوسرے ہی دن لکھنؤ کے ڈسٹرکٹ جج کے صندوق میں بند کر دیا گیا۔ لیکن چچہ ماہ کے بعد جس وقت کہ میں اپنے کمرے میں دوپہر کے وقت ایک عیب خواب دیکھ رہا تھا، ماما نے مجھے جگایا اور کہا، "میاں بارہے ہیں۔ چنانچہ میں اپنے باپ کے پاس پہنچا، سر جھکائے ہوئے اور ادب کے ساتھ — میرے شفیع باپ نے مجھ سے کہا، "شبیر! او میں نے انھیں اٹھائیں تو دیکھا کہ میرے باپ کی بڑی بڑی غلانی آنکھوں میں آنسو ڈوبدے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھو دوسرا وصیت نامہ، میں نے جائداد میں تمہارا حق تمہارے دونوں بھائیوں کے برابر کر دیا ہے۔" میرے باپ نے بھرائی ہوئی آوازیں مجھ سے کہہ مجھ پر باپ کی شفقت اور اس وقت کی حالت کا یہ اثر بڑا کہ میری چمکیاں بندھ گئیں کہ اتنے میں میرے باپ کی آواز پھر گونجی۔ "شبیر! اس دولت اور جائداد کی خاطر لوگ ماں باپ اور بھائی بہن تک کو مار ڈالتے ہیں اور یہاں تک کہ ایمان کو بھی گنوا دیتے ہیں۔ مگر تم نے اس دولت اور جائداد کی اپنے اصول کے سامنے ذرہ برابر بھی پروا نہیں کی، مجھے تمہاری یہ استوار سی و انتقامت بہت پسند آئی، اگر تمہارا سادھی کجوشی بھی ہو جائے تو بھی اس کی عزت کرنا چاہیے۔"

مجھ پر باپ کی اس تحیما نہ شفقت کا بہت اثر ہوا، اور میرا دل باپ کے روبرو اور بھی جھک گیا، لیکن باغیانہ خیالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی — یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ میں اس موقع پر جس کو اپنے باغیانہ خیالات کا لقب دے رہا ہوں، وہ اس وقت مذہب سے روگردانی اور ایمان نہیں تھا، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ابائی عقائد اور پارینہ روایات کا طلسم باقی نہیں رہا تھا اور اس کی جگہ ایک دوسرا مذہبی اثر میرا غلطہ کڑچکا تھا، جس کو ایک رُخ تو میرے باپ کو بہت پسند تھا، لیکن دوسرے رُخ اور اس رُخ کی شدت کو وہ نہایت غیر مستحسن خیال فرماتے تھے —

اس کی گنجائش نہیں نکالی جاسکتی، یہ داستان میں اپنے خو و نوشت سوانح میں بیان کر مل گیا، جو هنوز ضبطِ تحریر کی ابتدائی منزلوں سے گزر رہا ہے

یہاں مختصر آتنا کہوں گا کہ مادی حیثیت سے وہ میری انتہائی فارغ البالی کا زمانہ تھا، لکھنؤ میں دولت پانی کی طرح بہتی بہتی تھی، اور اسی کے دوش بدوش اقتدار و حکومت کا طعنہ بھی شامل حال تھا۔ زندگی اور زندگی کی تلخیوں سے قطعی ناواقفیت اور دردمند انسانیت کے مشاہدے نیز حیات کے تلخ تجربات سے کلیتہً برگانگی تھی۔ البتہ ان تمام فارغ البالیوں کے باوجود مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کوئی شے، رہے رکھ میرے دل میں چھپا کرتی تھی، وہ کوئی شے ”مٹی کیا“ مجھے اُس کا مطلق کوئی علم نہیں تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے حسنِ مناظر سے خوشی، اور حسنِ انسانی سے دُکھ محسوس ہوا کرتا تھا۔ ایسا کیوں تھا یہ بات میرے دائرہ علم سے خارج تھی۔ نیز اُس زمانے میں یادش بخیر ایک کافی مدت تک میں نماز کا بھی نہایت ہی سختی کے ساتھ پابند ہو گیا تھا۔ نماز کے وقت خوشبو بن جلاتا اور کمرہ بند کر لیتا تھا۔ اور گھنٹوں رکوع و سجود میں کھویا ہوا رہتا تھا۔ اس دور میں میں نے دائرہ بھی رکھ لی تھی، چار پائی پٹینا اور گوشت کھانا ترک کر دیا تھا۔ ایک شہور خانقاہ کے سجادہ نشین کے ہات پر بعت بھی کر لی تھی۔ اور وہ چیز جسے صوفیائے کرام ”مخلیات“ کہتے ہیں، میرے قلب کو حاصل ہو گئی تھی۔ ذرا اور اسی بات میں سے آفسٹوکل آتے تھے اور بالخصوص گریہ و زاری اور آہ و سحر کے وقت تو ایسا محسوس ہوتا تھا گویا میرا دل برباد اور میرا تمام وجود نفسانے نیلگوں میں اڑ رہا ہے۔

میں کبیر واس اوڈیگور کی شاعری کا دلدادہ اور حافظ شیراز کا پرستار تھا۔ حافظ کے ساتھ تو مجھے اس قدر شغف تھا کہ صبح کی نماز سے بہت پیشتر اٹھ کر میں غسل کرتا، تازہ پھول شیشے کی پلیٹ میں رکھتا، اگر اور عود جلاتا، اور حافظ کا کلام گنگنا تا اور ایک نشے کے عالم میں جھومنا کرتا تھا۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حافظ کی روح میرے گرد و پیش رقص کر رہی ہے۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ میں محبت کو جنسیات سے بڑا ایک مقدس آسمانی چیز سمجھتا، اور محبت کی تلخ شیرینیوں میں گم ہو جانے کو حیاتِ انسانی کا سب سے بڑا کام خیال کرتا تھا۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود دہشت و اضطراب کے ساتھ کبھی کبھی یہ بھی محسوس ہوتا تھا جیسے میرے دماغ کے اندر کوئی خطرناک کمائی کھل رہی ہے، جو آخر کار مجھ سے میری اس دنیائے لطافت کو چھین لے گی۔ چنانچہ وقت گزرتا گیا، کمائی کھلتی چلی گئی۔ اور کچھ مدت کے بعد مجھ میں ایک قسم کا ملکا باغیانہ میلان پیدا ہو گیا، اور ترقی کرنے لگا۔ اور آخر کار نوبت یہ پہنچی کہ میری نمازیں نرک ہو گئیں، اور اسی منہ لگتی، مگر یہ نیم ٹھی، اور آہ و سحر کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور اب میں اُس منزل میں آگیا، جہاں ہر

نکلتے تھے جیسے بہترین فی صدی زمانے کی گردش اور ستر فی صدی تفکر و تدبیر اور محبت نے میرے مزاج کو اب اس قدر بدل دیا ہے کہ مجھے اپنی اس قلب ماہیت پر خود حیرت ہوتی ہے۔ پہلے صرف حیرت ہوتی تھی اور اب ایک تحسین آمیز خوشگوار حیرت کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن اس قلب ماہیت کے باوجود حماقت و غباوت پر مجھے آج بھی غصہ اور گاہ گاہ شدید غصہ آجاتا ہے۔ اور یہی وہ غصہ ہے جو میری سباسی لکھوں میں جیسا کہ بیان کر چکا ہوں جملہ کا کرتا ہے۔ جانا اور خوب اچھی طرح جانا ہوں کہ جس شخص میں جتنی مقدار خبیثہ و غضب کی ہوتی ہے اسی نسبت سے اس کی ذات میں حکمت و بصیرت کی کمی ہوتی ہے۔

دریائے فرادال نہ شود تیرہ ہر سنگ

مارت کہ بر خندا تنگ آب است ہنوز

بات کہاں سے کہاں پہونچ گئی میں اپنی موجودہ خطیبانہ شاعری کے لیے کی توجہ کرنے لگا لیکن روح ادب کو اس سے کیا واسطہ۔ ہاں تو میں لڑکپن میں بچوں کو بید کے ذریعے سے درس دیا کرتا تھا۔ لیکن زیادہ وقت شاعری میں صرف ہوتا تھا۔ شاعری کرنے ہوئے یہ میری چوتھی پشت ہے میرا لڑکا سجاد حیدر اور میری لڑکی بھی موزوں طبع ہے۔ اگر آئندہ یہ دونوں شاعری کر سکیں تو پانچویں پشت بے شبہ کی مداحی میں

ع

کہنے کے بہ طور سنتی ہو گئے۔ میرے باپ بھی شاعر تھے اودا ابھی اور دیر واد ابھی جن کا تخلص گویا اور نام حسام الدولہ تھو ر جنگ نواب فقیر محمد خاں تھا۔ لیکن سیر والد نے شاعری سے مجھے ہمیشہ روکا اور سختی کیسا سحر روکا۔ ”بیٹا شاعری منحوس چیز ہے اگر اس میں پڑو گے تو تباہ ہوو گے یہ تھا میرے باپ کا اہتمام آمیز قول جسے وہ اکثر زہرا با کرتے تھے۔ ایک روز میں نے بڑی جرات سے کہہ لیا کہ ڈرتے ڈرتے اپنے باپ سے سوال کیا تھا کہ آپ اور دادا میاں بھی تو شعر کہتے ہیں۔ وہ تو تباہ نہیں ہوئے ہیں کیوں تباہ ہو جاؤں گا۔ مجھے اچھی طرح وہ وقت یاد ہے کہ میرے باپ نے آنکھوں میں آنسو بہ کر میرے اس سوال کا یہ جواب دیا تھا کہ چار پانچ پشتوں سے ہماری جامعہ لڑکوں اور لڑکیوں میں یہ رسم و رسم ہوتی چلی آ رہی ہے اور بالخصوص تمہارے دادا نے اپنے کچھ اوپر سولہ لڑکوں اور لڑکیوں میں اپنے نعتیہ کو جس طور سے تقسیم فرمادیا ہے اس کے یہ کٹتے ہوئے معنی ہیں کہ جو جائداد کہ میرے جیسے میں آئی ہے وہ میرے مدقہ تینوں بیٹوں اور چاروں بہنوں میں تقسیم ہونے کے بعد ہرگز اس قابل نہیں رہے گی کہ ایک شاعر کی الہامی طبیعت اور اس کے ذوق فی ماں۔ ہادی کو مراد ست کر سکے۔ چنانچہ وہی جزا جس کا میرے باپ کو اندیشہ تھا۔

اس مجبوری سے اس وقت میرے گرد و پیش کی دنیا میرے ماضی و حالات کی تھی اس مختصر سے دیباچے میں

نہایت پروردگار کی عزت و کرامت سے ہم کا دل بہت بڑھ گیا ہے۔ میں نے نورس کی عزت سے شعر کہن شروع کر دیا تھا۔ مگر کہا  
 شروع کر دیا تھا یہ بات میں نے غفلت و غلطی کی تھی کہ کسی انسان کی مثال نہیں کہ وہ خود سے شعر کہے، سوا اہل میں کہا نہیں جاتا۔  
 وہ تو اپنے کو کہتا ہے۔ اس سے پہلے میں نے یہ کیا کہ یہ کہنا ماننے کو نورس کی عزت سے شعر نے مجھ سے اسے کو کہلوا کر شروع  
 کر دیا تھا۔ جب یہ سنا تو میں نے قہر سے اڑا کر لیا کیلئے تھے اس وقت کسی غلط گوشہ میں شعر مجھ سے اپنے کو کہلوا کر لیا تھا  
 اور یہی وجہ تھی کہ اس نے وہ گویاں وغیرہ کہنے کے فیصلے سے اب تک نادانوں میں۔ شاعری سے بے فرحت باتا تھا تو میرا  
 محبوب ترین شخص تھا کہ ایک اور کی سی چیز پر مجھ کو کہنے سے باز رکھوں کہ جو میں میں انما انا بشر و انما انا بشر و انما انا بشر  
 ایک بتا سہا بیدار رہتا تھا۔ اور جو کچھ تو مجھ کے ساتھ میرا اس میں نہ تھا، اس میں یہ سے اس بڑی طرف مارتا تھا کہ پیارہ چہیں ہمار  
 کر دے لے لے لے لے۔ اور کبھی کبھی بہت ہی جوتا تھا کہ میں کسی کندھوں کے کندھوں پر سوار ہو کر اسے اس طرح بیدار کر دوں گا کہ وہ غریب بدم  
 ہو کر لے لے لے لے۔ اور یہ سناج کی یہ وہی بنیادی بنی ہے جو میری سیاسی نظیاء سناہری میں تلخ ترش لہجہ بلکہ آج بھی نمودار ہوتی  
 رہتی ہے اور میری شاعری کا نقاد میرے لہجے کی درستی پر جمع ہونے لگتا ہے۔

میں اراکین میں باد کا شعلہ جھٹکا غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ ایک ذرا سی خرابی / اج بات پر میرے ہر زین کو سے چنگا ریاں

آپ کی شاعری عسوی کا جذبہ اتم بھی اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ اس کا ثبوت بعض مضامین کی وہ نظر فرمایا  
 رنگین تصویریں ہیں جو بہت اہتمام سے بنیاد کرائی گئی ہیں اور اس بات کا نمونہ بنائی گئی ہیں کہ دیکھو ہماری اردو  
 شاعری اس حدت سے بھی ترقی کے مدارج قبول کر سکتی ہے اور یہ تصویریں ہماری شاعرانہ ترقی کے لئے دراصل  
 نئے قسم کے ترشے ہوئے بدین زینے ہیں جنہیں طے کرنے کے بعد انسانی دماغ وہاں پہنچ سکتا ہے جہاں آفتاب و  
 مانتاب کی قندیلیں روشن ہیں اور جہاں کی معنویت بیان میں آہی نہیں سکتی۔ مصوٰر جذبات حضرت جوش کا یہ  
 سن و سال اور یہ حقائق و معارف! یہ بات ایسی ہے کہ دنگ ہو جانا پڑتا ہے اور حضرت اکبر کے اس قول کی  
 تائید کرنا پڑتی ہے کہ ”آپ اہل دل بھی ہیں اہل زبان بھی“

راقم حضرت جوش کا ایک قدیم نیاز مند

نشر لکھنؤی



# تبصرہ

## از زمیں تا بہ آسمان سخن بہت

عالم کے نامحدود جلوے کسی فصل کسی دودر کے محتاج نہیں صرف معرفت سے بہرا ہوا دل اور حقیقت نگر آنکھیں درکار ہیں ہستی کے وہ جوہر لطیف قدرت کے وہ نگین لطیفے جنہیں عام نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں فطری شاعر انہیں صرف دیکھتا ہی نہیں بلکہ اُن سے گفتگو کرتا ہے اور اُن سے عموماً وہ نیاز ہو جاتا ہے۔

آج اُن تمام جواہر و لطائف سے لبریز ایک نظم دشر کا مجموعہ سبدِ گل کی طرح میسرے سامنے ہے جس کے تازہ پھولوں کی شمیم اطراف عالم میں پھیل چکی ہے۔ یہ مجموعہ تیار ہونے سے پہلے ہی اپنی دلنغیر سی کے نقشے میرے دل کے ایران میں آویزاں کر چکا تھا۔

یہ تصنیف ایک ایسے خاندانی درس کی کوششوں کا نتیجہ ہے جس کے اوصاف لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی کی گرانقدر تحریر سے ظاہر ہیں، کچھ کیفیت میرے محترم دوست منشی رفیع احمد خاں ایم اے نے حوالہ قلم کی ہے اور سچ پوچھیے تو اس تصنیف کا حق ادا کیا ہے۔

آپ کے کلام میں جو رنگینیاں جو بلندہونے والے سچے جذبات بمثل استعاروں اور نازک تشبیہوں کے باریک پردوں میں چھپانے گئے ہیں وہ سب کے سب انسانی فطرت کو بلندیوں کی طرف ہدایت کرنے والے اور روحانیت میں جان ڈال دینے والے ہیں

ایسی حکیمانہ اور عارفانہ شاعری اور اس میں اس قدر خوبیاں محض آپ کی خداداد طبیعت کا نتیجہ ہے

آپ کی محبت روحانی غذا ہے۔ عبرت، معرفت، بیخودی، جوشِ روحانی سے آپ کے  
 انشا لبریز ہوتے ہیں۔ آپ نے چشمِ بدو و عمدہ طرزِ بیان پایا ہے! اسی سوسائٹی میں رہ کر ایسے  
 خیالاتِ عالی حیرت افراہیں۔

مجھے آپ سے روحانی محبت ہے۔ آپ کے تصور سے دل کو فرحت ہوتی ہے۔ خدا آپ کو زندہ اور  
 بزمِ حنی کو آپ کی ذات سے روشن رکھے۔

اکبر  
 از الہ آباد

# لسانِ بعضِ خان بہاؤ سید اکبر حسین صبا اکبر حج الہ آباد کی رائے

مصور جذباتِ شہیرِ حسن خان جویش رئیس زادے ہیں شرافت اور وضع داری کے نشان اُن میں بہت نیاں ہیں حقائقِ عالم اور معرفتِ باری تعالیٰ میں اُن کے اشعار نہایت بلیغ و دلآویز ہوتے ہیں اور یہ انکا فطرتی جوہر ہے۔

آپ کی نثر بھی خوب ہے، کیوں نہ ہو، آپ اہلِ دل بھی ہیں، اہلِ زبان بھی، میری خوش نصیبی ہوگی کہ میرے بعد آپ ایسے یاد کرنے والے باقی رہیں۔ آپ کا شعر ہے

قہا ہوجا، جھلک اٹھے گا سینہ شمعِ عرفاں سے

ابھی تو دل کے آئینہ پر غافل داغِ ہستی ہے

عجیب شعر ہے ”داغِ ہستی“ کے متعلق بہت کچھ خیالات ذہن میں ہیں جنہیں لکھ نہیں سکتا۔ اس شعر نے

روح کو تازہ کر دیا۔

اس وقت آپ کی طبیعت کا جو رنگ ہے اُس پر ایک ازلی پُر تو پڑ رہا ہے جس کے لئے صرف شعر

ہی کافی نہیں، آپ کو اپنی قدر کرنا چاہئے، آپ بہت کچھ ہو سکتے ہیں، کوشش کیجئے کہ نماز میں لذت ملے۔ اور علمِ باطن حاصل کیجئے۔

یہ پُر جویش طبیعت ہو نہ رہا ہے۔ نثر میں ندرتِ تشبیہات سے آپ کے ذہن کی قوت ظاہر ہوتی ہو

خدا مبارک کرے۔ کاش کسی وقت میں آپ اور اقبال یکجا ہوتے۔

۷۲	عبادت	۴۹	دُنیا
۷۳	حقیقتِ حال	۵۱	خشک سالی
۷۳	حُسنِ مجازی	۵۳	سُراغِ راہرو
		۵۴	برقی عِناں
		۵۶	پایخِ نغمے
		۶۲	ہماری سیر
		۶۳	فلسفہٴ مسرت

غزلیات ۷۵ تا ۱۰۴

آئینے ۱۰۵ تا ۱۱۴

ستارے ۱۱۵ تا ۱۲۶

تازہ پھول ۱۲۷ تا ۱۶۰

## محسوسات

۶۷	محسوسات
۷۲	ریشہٴ پیری

# فہرس

۳۲	طوفانِ بے ثباتی	۵	اکبر الہ آبادی کی رائے
۳۵	تماشائے قدرت	۷	تبصرہ شریکھنوی
۳۶	حالاتِ حاضرہ	۹	دیباچہ، جوش ملیح آبادی
۳۷	انتظار کے آخری لمحے	۱۵	نذر
۴۰	حقیقتِ دل		نظمیں
۴۳	نفسِ مطمئنہ		
۴۴	دنیا میں آگ لگی ہے ....	۱۹	تیرا نہ بیگانگی
۴۵	سانس لویا خوش رہو	۲۲	منظرِ سحر
۴۷	مجھے تیری نعمتوں کی خواہش نہیں	۲۶	گریہِ مسرت
۴۸	برادرِ غرور	۲۸	خیالاتِ زریں

طبع اول  
طبع ثانی

۱۹۲۰ء  
۱۹۲۲ء

تعداد  
قیمت

گیارہ سو  
۷۸

# رُوحِ اَدَبُ

جوش ملیح آبادی

مکتبہ اُردو لاہور

